

بسم الله الرحمن الرحيم
والله اعلم بالصواب

الحمد لله سبحانه ودرین زمان سعادت اکثر ان
بعون الله الملك الوهاب رساله

اجابة المسائل

ار تصنیف منیغ زیاده المحققین المفسرین واقف صدرا
والفروع کاشف علوم عقلی و نقلی عالم نبیل فاضل جلیل سادات و نجابت
آب منتخب آل محمد و یاسین جاب کرمولینا علیم سیدم حسین کفعمولی

عنه
مطبوعه نجف
کتابخانه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل نبينا محمداً
صلعم مدينة العلم وعلينا ابها
والصلوة والسلام على من ختم عليه
الرسالة وعلى اوصيائه الوصاية
فقد بعدنا ابوابها فعملوا الامّة
احكام الشريعة وميزوا عن
خطائهم صوابها ثم دفنوا
سبعمانه ان ناتي من ظهور البيت
وامدنا ان ناتيها من ابوابها
وبعد فان حديث و طود
الاعراب الى الحديث لما كان
من احسن الاحاديث لكونه
جامعاً للمائل المهنة
من اصول الدين وفروعها
وكان قد يشبهه على

حدی ہے اوس خدا کی واسطے جس نے
ہمارے نبی محمد صلعم کو مدینہ علم کا
بنایا اور علی اور محمد و صی کو دروازہ
اُسی شہر علم کا اور درود اور
ہو اوس نبی پر جس پر رسالت ختم
کر دی اور اوصیا برحق پر وصی نبی
ہونا ختم کر کے ابوعی وصایت کے
دروازے بند کر دیے۔ انہیں وصی
برحق نے جدا کر دی شریعت کے خطے
فہم کو صواب پر خدا نے ہموار کر دیا
اس گھر کے اور طرف داخل نہوں بلکہ
انہیں دروازوں سے آئیں۔ بعد حمد اور
کے معلوم ہو چونکہ حدیث اعرابی سائل کے
آنکی خدمت امام حسین بنایت چھی حدیث
جامع الیچ و غرض اور کہی شہاد

بعض الناظرین فہم غوامض
 نکاتھا اردت ان اشرحہ
 بقدر وسعی وفہمی وابتین
 ما اشتمل علیہ من
 الاسرار والكشف الاستار
 وسمیہ بإجابة السائل
 بعد جواب المسائل ما قدر
 علمی فی جنب کلام الامام
 ما توفیقی الا باللہ
 انہ ولی الامر فی البدو
 الختام

بعض ناظرین کو اس کے غوامض
 نکات کے سمجھنے میں ہوتا ہے لہذا
 میں نے اس کی شرح کرنے کا بعد
 اپنے فہم ناقص کے ارادہ کیا اور
 ان کے سرار کا ابراستار کے
 کھولنے پر آمادہ ہوا جس قدر
 میری فہم ناقص میں آیا اور اسکا
 نام اجابة السائل بعد جواب المسائل
 رکھا۔ میرے علم کی کیا مقدار ہے
 امام کے کلام سمجھنے میں اور مجھے
 کچھ توفیق نہیں ہے مگر بامداد خدا
 کرو ہی سب کلام کا مالک ہے ایتوار
 کار اور انجام میں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

روى مولانا المجلسى ح عن

أخيه بن خازم الت

أعمال بيا جاء الى الحسين

ابن علي فقال يا بن رسول الله

قد لعيم قد ضمنت دية كاملة

وخرجت عن أدايتها فقلت

في نفسي أسئل كرم

أسئل من أهل بيت

رسول الله صلعم

(قلت)

اس ذلك أسئل قدوة

كذلك مسلما مؤمنا

مستحقا بوجهين أحدهما

أداء الضمان من الدية

برأية لذمته عن

حقوق الناس على ما سنه

مولانا مجلسى ح نے بخاری میں روایت کی

ہے اخطب بن خوارزم سے کہ ایک عربی

خدمت میں جناب امام حسینؑ کے آیا اور

کہنے لگا اے فرزند رسول صلعم

تو میں ہوا ہوں ایک پوری دیت کا

درا دے ضمان سے عاجز ہوں۔

اس کے معنی آئندہ بیان ہوں گے

پس اپنے دل میں مینے خیال کیا کہ سب

نیا وہ کرم جو اس وقت اہل بیتؑ

میں ہے اسی سے سوال کروں اپنی

حاجت روائی کا۔

(میں کہتا ہوں)

اس سائل نے اپنے استحقاق اور سہماں اور

مومن ہونے کا اور وجہ سے دعوت

کی ایک قداوے ضمان دیت سے

بغرض بری الذمہ ہونے کے

حقوق الناس سے بنا پر اسی طریق کے

جس کو رسول اللہؐ نے جاری فرمایا ہے

رسول الله صلعم وذلك لا
 يكون الا بعد الاسلام
 واقرار اصول الدينية
 والاعتقاد بما جاء به
 رسول الله من الحرام والحلال
 والتاخي اذ يوالي اهل
 البيت ويعتقد بانهم
 افضل البرية بعد
 رسول الله وهذا من
 تمام الدين وكمال
 المعرفة ومعد ذلك فانه
 اقتراب كون الحسين
 من جملة اهل البيت
 افضل لانه امام مفضل
 الطاعة ولا يعبدان
 تكون تلك الواقعة بعد

اور یہ بات بعد اسلام اور اقرار
 کرنے اصول دین اسلام ہی کے
 ہو سکتی ہے اور جب آدمی کو
 اس کا اعتقاد ہو کہ جو کچھ جناب
 رسول صلعم خدا کی طرف سے لائے
 ہیں احکام حلال اور حرام سے وہ
 سب سچی ہے دوسری وجہ ثبوت
 ایمان کی اُس نے یہ پیش کی کہ
 دو سردار اہل بیت کا ہے اور انکو
 افضل خلائی بعد رسول اللہ
 کے جانتا ہے اور یہ عقیدہ
 پورے دین ہونے کا ہے اور
 کمالی معرفت کی دلیل ہے اور
 اس کے ساتھ ہی اس نے اسکا
 بھی اقرار کیا کہ اس وقت جناب
 امام حسین علیہ السلام افضل بیت
 ہیں ہیں اس لئے کہ امام ہیں اور
 بخفی اطاعت فرض ہے اور شاید کہ یہ
 واقعہ سائل کے آنے کا بعد واقعہ

شہادت الحسنؑ حکما هو الظاهر
 من القرائن التي في آخر الرواية
 ثبت انه مسلم موثق
 عارف بما يجب عليه وايضا
 فان قوله وما رايته اكرم
 من اهل بيت الرسول و
 ان كان الظاهر منه الكرم
 والجلود بقرينه سوال
 المال ولكنه يوم
 ايضا انه اراد به المعنى الذي
 نص الله عليه في
 كتابه بقوله ان
 اكرمكم عند الله اتقاكم
 المفسر به امير المؤمنين
 عند جمهور المفسرين

شہادت امام حسنؑ کے ہوا ہو گیا
 کہ اون قرائن سے ظاہر ہے جو
 اخیر روایت سے معلوم ہون گے
 اب ثابت ہو گیا کہ یہ اعرابی
 مسلمان مومن اور واجبات
 شرعیہ جو اسپرین اوکنو خوب
 پہچانتا ہے۔ ۳۔ ایضا یہ اسکا
 ہنا کہ میں نے کوئی اکرم اہل بیت
 رسول بجز آپ کے نہ پایا اگرچہ بظاہر
 مراد اس سے جود اور سخاوت ہے
 بقرینہ سوال مال کے مگر یہ بھی تو ہم
 ہوتا ہے کہ اس اکرم سے مراد وہی لی
 ہے جسکو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے
 کہ اکرم تم میں خدا کے نزدیک وہی
 شخص ہے جو زیادہ متقی ہو جس سے
 مراد جمہور مفسرین کے نزدیک
 جناب علی بن ابیطالبؑ ہیں

فقوله للحسين انت اكرم
 الناس في ذلك اليوم
 يدل صريحاً على انه
 يعتقد كونه اماماً
 وحجة وهذا دليل على
 وقوع تلك الواقعة في
 زمن امامته وايضاً
 لما كان من احكام الشريعة
 على مروجها الف تحية
 ان من عجز عن اداء
 حق من حقوق الله
 او حقوق الناس وكان
 مومناً فقد يجب على
 النبي او الامام ان يوديه
 عنه بشروط فاعلموا
 عجزاً عن اداء الذية

ہیں اعرابی کا یہ کہنا جناب امام
 حسین علیہ السلام سے کہ آج کے روز
 آپ ہی اکرم الناس ہیں صریح
 دلائل کرتا ہے کہ حضور کو یہ
 سائل امام اور حجت مانتا ہے
 اور یہ بات صریح دلیل اسی کی ہے
 کہ یہ واقعہ زمانہ امامت جناب
 امام حسین ع کا ہے (۴) ایضاً
 چونکہ منجمل احکام شریعت محمدی
 کے یہ بھی ایک حکم ہے کہ جب
 کوئی مومن اداے حقوق واجبہ
 اکہیہ خواہ حقوق ناس سے عاجز ہو
 پس کہی اوس کا ادا کرنا نبی خواہ
 امام پر واجب ہوتا ہے بعد لحاظ
 ان شرط کے جو شریعت نے
 مقرر فرمائے ہیں پس اب اس عرابی
 کا اظہار اپنے عجز کا اداے دیتے
 جو کر رہا ہے اور اوس کے ساتھ

د اذعاء اکر مية اهل البيت
 کانتہ نص صریح علی ما
 اردناہ من قبل۔ هذا
 ما ادی الیہ نظری فی
 لفظ الشوال ۵۔ وقد لقی
 شیء آخر وهو ان ذلک
 السائل لما کان من
 الاعراب وہم جہال الامۃ
 کما قال اللہ عز وجل
 الاعراب اشد کفرًا و
 نفاقًا واجدس النکاح
 یعلموا حدہ ود اللہ و
 قد ادعی السائل من علمہ
 وفقہہ ومعرفة بالفروع
 کما ترے حتی انہ قد ادعی
 من التفقہ فی الذمیر

اکرم ہونا اہل بیت کا بھی مدعی ہے
 یہ بات دلیل صریح اُسی دعوے
 کی ہے جو ہم نے اوپر کیا ہے کہ
 یہ شخص مومن اور عارف کامل ہے
 اس قدر تو ہم کو لفظ سوال سے
 معلوم ہوا ۵۔ ابھی ایک بات اور
 بھی باقی رہی وہ یہ ہے جو کہ یہ
 سائل اعرابی اور صحرائی آدمی ہے اور
 اعراب جاہل ترین امت ہوتے
 ہیں چنانچہ قرآن میں وارد ہے
 کہ اعراب کفر اور نفاق میں
 زیادہ سخت ہیں اور احکام الہی
 کے نہ جاننے کے زیادہ لائق ہیں اور
 یہ سائل اپنے فقیہہ در عالم اور عارف
 ہونے کا ایسا دعوے کرتا ہے۔
 دیکھو اس نے دعوے عالم دین ہونے اور
 اصول اور دین سے واقف ہونے
 کا اس فقہ کیا ہے۔

والاحتيا لطفه انه لا يرخص
 بكونه مشغول الذمعة وموت
 مع كونه عارفاً للامام المفترض
 الطاعة وبأن اداء الذمعة
 واجب على الامام لكون التام
 عاجز عن اداها وانته
 مع كونه محتاجاً في
 حاجته الضرورية لا
 يذکر فقره وفاقه في
 معاشه بل يريد اولاً
 اداء الحق الذي يجب عليه
 اداؤه ويقدم ذلك على نفقته
 الواجبة فهو مصداق لما
 وصفه سبحانه بالفقر المستحق
 في قوله الفقراء الذين احصر

اور اپنے محتاط ہونے کا بھی مدعی ہے
 اس کو پسند نہیں ہے کہ مشغول الذمہ
 ادا سے حق واجب ہو کر مر جائے یا وجود یک
 امام زمانہ کا عارف ہے اور یہ بھی
 جانتا ہے کہ اس کے بار کا ادا کرنا اہم
 پر واجب ہے بسبب اس کے نادار
 اور عاجز محتاج ہونے کے (۶)
 اور یہ بھی کیسی عمدہ دلیل اس کے
 عقل اور علم کی ہے کہ باوجودیکہ اپنے
 حوائج ضروریہ میں اس قدر محتاج
 ہے کہ قنوت ہو رہا ہے مگر اس کا
 اظہار کس عمدگی سے کرتا ہے کہ پہلے
 مجھ پر جو حق واجب اغیار کا ہے وہ ادا
 کر دیجئے اور اپنے نفقہ واجبہ کے سوال
 پر اس کو مقدم کرنا ہے (اللہ اکبر) اب یہ
 شخص ضرور مصداق اوس صفت کا ہے
 جو خدا نے حق دار مستحقین کے حق میں فرمایا ہے
 کہ ایسے فقیروں کو دو جز تنگی میں ہر
 یا دل تنگ ہوں یا جل جبرئیل مسکین

وقوله ولا يستأون الناس

المخافا - وهذا كله دليل على

کمال معرفتہ بالا احکام الشریعہ

وكونه متورعا فقيها مع كونه

اعرابيا وان ذلك من العجب

العجائب فلا بد من انه

قد صحب النبي او عليا او الحسن

عليهم السلام وادرك صحبة

المسلمين والاف كيف يصل

الاعرابي الى تلك المنزلة

من التفقه والذيانة

كوايضاً فان السائل

قد ذكر ان عليه الضمان

من الذبابة و لم يتبين مقدارها

وعدد من الدراهم والدينارين

اور یہ بھی خدا نے فرمایا ہے کہ اون

فقرا کو دو جو آدمیوں سے گڑگڑا کر

سوال نہ کریں - اور یہ سب دلیل

ہے اس کے کمال معرفت پر احکام

شرعیہ کے اور نیز اس کے محتاط

اور خفیہ ہونے کی باوجود یکہ یہ

شخص اعرابی اور صحرائی آدمی ہے

اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے

پس ضروری ہے کہ اس کو صحبت

نصیب ہے جناب رسول ص کی

یا جناب امیر علیہ السلام یا امام

حسن علیہ السلام کی - ورنہ اعرابی

اس درجہ علم اور فہم کو کیونکر پہنچ

سکتا ہے (۷) ایضا چونکہ سائل نے

بیان کیا کہ اس پر ضمان دیتا واجبہ

ہے اور مقدار اور عدد اس کی

درہم اور دینار میں ظاہر نہ کی یہ

بھی حدس کی دانائی اور فراست

کی پوری دلیل ہے -

۱۔ ولم ينصب قرينة لفظية
 والآية على المعنى المراد من الآية
 ههنا فلعله أراد ان الحسين
 لكونه اماماً وحجة
 لا يخفى عليه للمعنى المراد
 من الآية ولا المفرد
 الواجب ادائها منها
 فلا يثبت معنى بل يعطى
 اما بقدر ادائها او انزيد
 منها بما اتفق عليه على
 نفسى وعيالى وهذا
 الفعل منه عندى لغرضين
 احدهما اطمینان قلبه على
 كون الحسين الامام المنصوب
 عليه فان علم الغيب و
 ما فى الضمیر انما هو من خواص
 الانبياء والائمة بتعليم الله

۲۔ اور چونکہ اس کی دیت سے
 یہی اس پر کوئی قرینہ لفظی نہیں قائم
 نہ کیا۔ پس شاید اس کا ارادہ یہ
 تھا کہ امام حسینؑ چونکہ امام اور تحت
 ضامن اور بر میری ہر ارجح کھانڈ
 دیت سے ہے ہرگز محتفی نہ ہے کی
 اور نہ وہ مقدار حضور پر محتفی نہ ہوگی
 جس کا ادا کرنا مجھ پر واجب ہے
 پس مجھ سے وہ جناب کیسی نہ
 ہو چھین گئے بلکہ بدون پر تھے
 تو اوسى قدر دین گئے کہ دیت
 ہوا ہو جائے یا اس سے زیادہ
 کہ جو میری اور میرے عیال کے
 نفع میں کام آئے۔ یہ ہر شکاری
 جس قابل دید ہے اور یہ نزدیک
 یہ فعل اس کا اور غرض سے تھا
 ایک تو اطمینان حضرت کے امام ہونے
 پر اس لئے کہ علم غیب ہوا بنی امام کے
 بتعلیم خدا اور کسی کو نہیں ہوتا

والثانی اظہار کرامۃ الحسنین
 علی الحضار و عوام الامۃ
 الی یوم القيمة لئلا یكونوا
 حائزین بآثرین ولا یشکوا
 فی دینہم لکون بنی امیۃ
 ذادولۃ اغنیاء یدعون
 الخلفۃ و الامامۃ
 ولا یتما فی عهد الحسنین
 من ادعاء یزید
 الامامۃ - و هذا
 ایضاً یدل علی کونہ
 عریفا ماہراً فقیہاً -
 علی انہ کما قرأت
 او سمعت قنۃ الروایۃ یحضر
 بیالی ان ذلک السائل لم یرک

دوسری عرض اس کی یہ تھی کہ جناب
 امام حسینؑ کی کرامت تمام حضار
 اور عوام امت پر ظاہر ہو جاوے
 تا روز قیامت تاکہ وہ لوگ حیران
 اور متروک نہ رہیں اور اپنے دین
 میں شک نہ کریں اس لئے کہ بنی امیہ
 صاحب ثروت تھے اور مالدار مدعی
 خلافت اور امامت کے بالخصوص نہایت
 امام حسین علیہ السلام میں کہ یزید مدعی
 امامت کا تھا اور کیا مدعی -
 اور یہ فعل اعرابی کا بھی اوس کے
 بڑے عارف اور ماہر ہونے پر
 اور فقیہ کامل ہونے پر دلیل ہے
 علامہ برہن میں جب اس روایت
 کو پڑھا یا سنا میرے
 دل میں خیال گذرا کہ یہ سائل
 یعنی اعرابی جس کا یہ حال ہے ہرگز

من عوام الامّة بل امّا
 هو ملك مقرب اوليٰ الغضن
 فان الاسولة والاجوبة
 المروية في تلك الرواية
 لا يمكن ان يحجب عنها
 الامن كان ملكاً
 او نبياً والله يعلم
 بحقيقة الامر هذا
 قد علمت ان السائل
 اظهر في سواله كونه
 موصفاً وكونه عاجزاً
 من اداء الضمان وان
 عليه ضمان دية كاملة
 لانصته واحال علم مقدمه
 على علم الامام وانه وجوب الاداء على

عوام امت سے نہیں ہے بلکہ یا تو
 وہ کوئی فرشتہ مقرب ہے بصورت
 انسان اور یا وہ حضرت خضر علیہ السلام
 تھے اس لئے کہ یہ سوالات جو
 امام نے کئے اور یہ جوابات جو
 اعرابی نے دئے جو اس روایت
 میں مذکور ہیں کوئی نہیں دیکھتا
 سوائے فرشتہ مقرب یا نبی کے
 اور خدا کو علم ہے کہ وہ حقیقت یہ
 کون تھا اور کیا بات تھی (۱۰) یہ
 بھی تم کو معلوم ہو چکا کہ سائل نے
 اپنا مومن ہونا اور پھر عاجز ہونا
 الہی ضمان سے ظاہر کیا اور
 یہ بھی کہا کہ اس پر دیت کامل
 کا اور کرنا واجب ہے نہ دیت ناقص
 کا اور اس کے مقدار کا جاننا علم
 امام پر محال کیا اور یہ بھی
 دعوے کیا تھے کہ اس کا ادا
 کرنا مجھ پر واجب نہیں بلکہ

الامام فاذن يجب على
 الامام اجابة السائل بعد
 ثبوت الشرع في كونه
 صادقاً في دعواه ولا
 يقدر السائل ان يقيم
 البينة والشهود على
 تصديقه لانه بدوي لا
 يعرف احد من المختار فعلي الامام
 والحجة لتصديق المدعى طريق اخر
 وهو بين او ما يقوم مقامه
 واول واقدام منهما اختصاره
 في كونه عالماً بفتها وهذا انما
 يتأتى بان يسئل عنه الامام عن
 سوالات لا يجب عنها الا الفقيه
 الكامل في علمه ودرأيته

بلکہ امام پر واجب ہے اب اسوقت
 امام پر واجب ہے کہ سائل کا
 سوال بعد ثبوت شرعی کے
 پورا کرے اور گواہ ثبوت
 یہ سائل اس وقت لاہین
 سکتا اس لئے کہ صحرائی آدمی
 ہے حضار جلسہ میں کوئی اُسے
 پہچانتا نہیں ہے اب اس کی
 تصدیق کے واسطے دوسرا
 طریق ہے یعنی قسم شرعی یا
 کوئی اور بات جو بجائے قسم کے
 ہو اور سب سے پہلے امتحان
 کرنا چاہئے کہ یہ شخص عالم اور
 فقیہ بھی ہے یا نہیں اور یہ امتحان
 اسی طرح سے ہوگا کہ امام کا اس سے
 چند سوالات ایسے کریں جن کا
 جواب بجز عالم کامل کے اور کوئی
 نہ دے سکے تاکہ اس کے علم اور
 عقل کا سطح معلوم ہو جائے

ثُمَّ يَخْتَارُ الْأَمَامُ بِعَمَلِهِ

بَعْدَ ثَبُوتِ عَمَلِهِ ثُمَّ يَوَكِّدُهُ

بِمَا يَقُومُ مَقَامَ الْإِيمَانِ

فَقَالَ الْحَسَنِ يَا أَخَا الْعَرَبِ

اسْأَلْتُكَ عَنْ ثَلَاثِ مَسَائِلَ

(ثَلَاثَ) فِقُولِ الْحَسَنِ يَا أَخَا الْعَرَبِ

دَلِيلَ عَلَى فُخَامَةِ شَأْنِ

الرَّجُلِ وَأَنَّه لَيْسَ مِنْ

عَوَامِ الْأُمَّةِ لَا تَلَفْظِ

الْأَخَوَاتِ وَلَنْ كَانَ

التَّلَفُظُ بِهِ مَا مَوْجُودًا

لِكُلِّ مُسْلِمٍ مَوْجُودًا قَالَ اللَّهُ

تَعَالَى وَأَنْتَ لَمْ تَعْلَمِ

بِأَيِّ أَتَمِّمْ نَخْوَانَكُمْ فِي الدِّينِ

پھر بعد ثبوت علم کے اوس کے عمل

کا بھی ثبوت امتحان سے لے

پھر اوس کے بعد تقویت ثبوت

کی دینی طرح سے فرمائی جو بجائے

تسم کے ہر لہذا امام حسین ؑ

نے فرمایا اسے بھائی عرب میں

تجھ سے تین سوال میں کہتا ہوں

پہر امام ؑ کا بھائی کہتا اوس کی

شان بزرگی پر دلیل ہے اور اس

بات پر کہ یہ شخص عوام بھال سے

ہٹتا ہے اس لئے کہ لفظ براہ اگرچہ

اوس کا استعمال کرنا ہر ایک مسلم

بجہول الاسم واللقب پر یکک خدا

جائز ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن

میں فرماتا ہے اگر تم اپنے لئے والوں کے

نام بنانا چاہو تو ان کو اپنا دینی

بھائی کہہ کر پکارو ورنہ یہ اسے

درجہ کی اخلاقی تسلیم ہے۔ اور

دین کا لفظ بھی کیسا سفید ہے

لیکن قرینہ سوال المسائل
 بعدہ تدل علی ما قلناہ
 وایضاً لفظہ ثلاث مسائل
 دلیل ثان علیہ حیث
 لم یقل عن سوالات
 ثلاثہ او غیرہ من اللفاظ
 فان لفظ المسئلة اخق
 واشرف من الفاظ اخر
 ومن هذا علم انہ یرید
 السؤال عن مسائل مہتمہ
 ولا یسئل عن مقدار الضمان
 وعدہ ثلاث المسئلة لا
 یطلق علیہ الا حجت
 واحد اعطیتک ثلاث المال
 الذی یجب علیک ادائہ فی
 الضمان او الذی یونکما یأتی

لیکن قرینہ بین مسائل کے پوچھے گا
 جو بعد اس لفظ کے ہے اسی پر
 دلیل کر شان اسکی ظہور ہے۔ ایضاً
 تین مسائل کے لفظ دوسری
 دلیل اسی پر ہے اس لئے کہ
 تین سوالات خواہ کوئی اور لفظ
 ہم معنی اس کے نہ فرمائے اور
 مسئلہ کے لفظ خاص اور اشرف
 سے اور الفاظ سے (کہ عالم سے
 پوچھے جاتے ہیں) اس لفظ سے
 معلوم ہوا کہ امام مسائل مشکلیں
 سے پوچھ کر امتحان لینا چاہتے ہیں اور
 مقدار ضمان اور عدد سے اس کے
 سوال لغز ماثین گئے اس لئے کہ مسئلہ
 کے لفظ اس پر بولی جاتی ہے +
 اگر تو ایک مسئلہ کا جواب دے گا
 تھائی مال کی نیچے دون گا۔ معنی
 جس کا مال کرنا نیچہ پر ضمان بنیاد
 دیگر قرض سے واجب ہے

وهو الف دينار كما يأتي في
 آخر الحديث فيكون ثلث
 ثلثاً ته وثلث وثلثون
 ديناراً وثلث ديناراً ولذا
 عرف لفظ المال بلام العهد
 المعهود في علمه
 ان كان السائل من
 عوام الامة وهذا
 هو مقدار ضمان الذية
 ولا يبقى من نفقة بعد اداء
 الضمان شي وان كان
 السائل من المملوكة او كان
 الخضر فالمعهود عند السائل
 والمجيب كليهما سلام الله عليهما
 ولجميع الخضر عند الامة في
 مثل تلك الاوقات روايات

اور وہ ایک ہزار دینار ہے جیسا کہ آخر
 حدیث میں آتا ہے اور اس کا ثلث
 ۳ سو ۳۰۰ اور ایک ثلث دینار
 ہوا اور اسی وجہ سے حضرت
 لفظ مال پر لام عہد کو داخل
 فرمایا جو آپ کے علم میں مقرر
 اور معهود ہے اگر یہ سائل
 عوام امت سے تھا اور وہ
 ثلث وہی مقدار دیتے تھے اس میں
 اور اس کے نفقہ کے واسطے کچھ
 نہیں رہتا ہے بعد اداء ضمان
 کے اور اگر سائل کوئی فرشتہ ہے
 یا خضر پہ تو معهود وہی نون کے
 ذہن میں ہے سلام خداوندوں
 پر ہو۔ اور جناب خضر سلام خداوندوں
 کے پاس ایسے وقت ہدایت امت
 کی غرض سے آنا چند روایات سے ثابت
 ہے (اور سوال اور جواب بھی اسی
 قسم کے منقول ہیں)

کثیرۃ معلومت کلاس باب

الصلوۃ ثم لما کان التامل
قد استدعی عن الحسن ^{عليه} السلام

اداء الضمان للذیۃ الکاملۃ

مع کونه معسرا فقیرا

یحتاج فی امور مداکشه

ایضا وان لم یسئل الخافا

واجاب الامام انه ان اجاب

عن احدی المسائل فهو

یسحق ثلث المال فله من ضمان

الذیۃ کان مما یمکن تخصیصه

تقسیمہ کمایاتی فی اخر الحدیث فان

الحديث یفسر بعضه بعضا ولا یذهب

علیک ان التخصیص یمینا وقع بالنظر

اپنی بہت سی روایتیں تشبیہی

حضرت خضر کی ہیں جن کو ال علم

ہا ہے ہیں۔ پہر چونکہ آخری نے

امام عتہ اواسے ضمان دیتے

کا مل کی درخواست کی تھی حالانکہ

فقیر اور تنگ حال محتاج اپنی

معاشر میں بھی ہے اگرچہ اوس کا

سوال نہیں کیا ہے اور امام عتہ نے

فرمایا کہ اگر ایک مسئلہ کا جواب

دیکھا ثلث مال اوس کو ملے گا

پس شاید کہ ضمان فریت ہذا

اوس تقسیم سے ہے جس کی تقسیم

ممکن ہے جب کہ اخیر حدیث میں

آتا ہے اس لئے کہ حدیث کا

ایک جزو دوسرے کی تفسیر کرتا

ہے۔ یہ بھی پوشیدہ نہ

رہے کہ یہ تخصیص اور تقسیم

بنظر مقدار اور عدد اوس مال

کے نہیں فرمائی ہے۔

ما یجب ادائہ بل انما وقع
بالنظر الى قدس المعرفة
كما یصرح الحسین یحید هذا
ومن اوضح الدلائل
على كون السائل عریفا
ما هرا انتہ عابر عن
حقوق الغرماء بلفظ
الدیة ولم یصب
قرینة على ما اللاد فان
الدیة بالكسر یتبادر
منه بدون القرینة حق القتل
على القاتل او على من ضمن
جریرتہ والاعرابی لا یرید
بل یرید معنی آخر من قولهم
ودی الامر انی قرینہ

جس کا ادا کرنا واجب ہے بلکہ یہ
تقسیم بنظر مقدار علم اور معرفت
سائل کے ہے چنانچہ خود حضرت
اس کی تصریح فرماتے ہیں۔ اور
بنایت واضح دلیل اس اعرابی کے
عالم کامل اور ماہر مقامات امام
کے یہ بھی ہے کہ اس نے قرینہ لایا
کے حقوق کو بلفظ دیت وارو
کیا اور کوئی قرینہ لفظی بھی اس
غیر مشہور معنی پر قائم نہ کیا
اس لئے کہ دیت بکسر وال اس کے
مشہور معنی بلا قرینہ یہی ہیں
کہ جو حق مقتول کا قاتل پر ہوتا
ہے خواہ جو شخص ضامن قاتل
کا ہو اس پر بعد اعرابی یہ
معنی نہیں مراد لیتا ہے بخود
سنو جسکا خلاصہ یہ ہے کہ
قریب اکیس زمانہ و قریب
ادا کرنے لگی کام کا

و مراد بلاق صما فی باداء
 حقوق الغرماء کامل
 نزد قربتہ بلو اعید فکان
 وقت الاداء و احاط فہم
 ذالک المعنی عن عالم الاما
 اعتبارا و اظہر من المص
 الیسا مرفی علی الغامض
 فکان عالم بالاسرار و
 الغایا وصیانتہ لعرض
 السائل الغیب لیخفی علی غیر الاما
 مکان خلتہ و هذا الذی
 ذکرہ من مرادہ مصرح فی
 آخر الحدیث و قول الحسین یا
 اعلم فی اعط الدہب الی غیر ما ناک
 و مرحق السائل العالم الغیب

مراد اس کی یہ ہے کہ قرض خواہوں کی
 ادائے قرضہ کی ذمہ داری جو مجھ پر
 ہے اسکا وقت میرے وعدہ ادائے
 قرض نے قریب کر دیا ہے اور
 وعدہ پورا ہو چکا (یہ لطف سوال
 ہے) اور اس پر مدحی کا علم امام
 علم کامل کو سپرد کیا اس لئے
 کہ وہ جناب پوشیدہ اسرار
 کے عالم ہیں یہ امتحان ہی
 اس کو منظور ہے اور اپنی
 ابرو کی حفاظت بھی کرتا ہے
 اس لئے کہ سائل غیرت دار ہے
 چاہتا ہے کہ میری تنگی اور فقر
 بہ سوائے امام کے اور کوئی قہق
 نہ ہو۔ اور یہ مستغنی دیت کے
 جو ہم نے لکھے آخر حدیث سے
 معلوم ہوئے کہ خود امام نے
 فرمایا اسے اعز الی سوائے قرض خواہوں
 کو دے اور با غیرت سائل کی شان بھی

ان لا يظهر شكواه وان
 زلت للتعلم الا بالكناية
 لان اظهار كونه معسرا
 مديونا يوهن في علو
 حجة من العلم والتفقه
 فكون المرء مديونا
 بعد شدة من
 الشدائد الاربع واظهاره
 والشوال بعد شدة
 اخرى فاراد الاعرابي
 ان الامام عالم بفقرة
 وان لم يظهره ولم
 يدله وليس له وهن
 في ذايه نعم اذا
 اظهرت على رءوس الخضا

کہ اپنی تنگی کی شکایت ظاہر
 بنطا ہر نہ کرے اگرچہ قدم صبر
 میں لغزش کا وقت آگیا ہو
 اس لئے کہ اپنے تنگدست اور
 مقروض ہونے کا اظہار اوس کے
 درجہ بلند میں نقص پیدا کرتا ہے
 اور اس کے علم اور عقل کو مٹاتا ہے
 آدمی کا مقروض ہونا ایک سختی ہے
 منجملہ چار دنیوی سختیوں کے اور
 جب اوس کو ظاہر کر کے سوال کرے
 اور بھیک مانگے یہ دوسری سختی
 ہے جس میں اپنے اختیار سے ہر تباہ
 پس اعرابی کا ارادہ ہوا کہ اہم تو
 بدون میرے اظہار کے عالم میں
 کہ میں سوال نہ کروں اور اسے جاننے
 سے کچھ میری ہمت اور ذلت
 نہیں ہوتی مان اگر میں اپنی
 تنگدستی اور فقر کو سب کے
 سامنے ظاہر کر دوں - البتہ

فہو ذل وخری کا محالہ۔

اتما لاماً فی الاطف بہ

ويعامل منها يستحق من

البذل والعطاء وضمان

الذیۃ فلیس بذلک الشدۃ

فانہ قد یحصل اتفاقاً من

غیر قصد ویکون حکماً نافذاً

من الشرع کالموراثۃ ولیس

فیہ ہوان ولا ذلۃ کالقرض

وامما احوال الحسین اعطاء کل

لما سببۃ الشاء اللہ وان

احببت اثنان اعطیتک

ثلثی المال + وھو ستمائۃ وثلث

وستون درھم + وثلثی درھم +

و ذلت اور رسوائی ضرور ہے اور امام

تو اس سے بلطف پیش آئیں گے

اور جس قدر دینے کا یہ مستحق ہے

اس سے دین گے۔ یہی ضمان دیت

وہ ایسی شدت اور سختی کی بات

نہیں اس لئے۔ کبھی بلا قصد

ضامن دیت ہوتا پڑتا ہے اور

حکم شدہ عی مثل وراثت کے نافذ

ہوتا ہے اس میں کسی قسم کی

ذلت اور رسوائی نہیں ہے۔ اور

امام نے کل کا دینا جس مصلحت

سے ہر سہ جوابات امتحانی کے دینے

پر وعدہ فرمایا اس کی مصلحت

ہم پھر بیان کریں گے اور اگر

تو دو سوال کا جواب دے گا

دو ٹمٹ بچھے دون گا (۱ اور

وہ (۶۲) درہم اور دو ٹمٹ درہم ہیں

وان احببت الكل اعطيتك
الكل وهو الف دينار

قلت

ولما علم الاعرابي انه امام حق
ناطق بالحق معجز لا ريب
فيه لانه اظهر في تلك
المكالمه امدين موجبين
ما لا يمكن عدوهم
الا عن نبي اوصى نبي
احدهما انه لم يثن على الاعرابي
مقدار ما يجب عليه لادائه
والثاني كونه مشغول الذمة
بديون يمكن تخصيصه و
تقسيمه وهما امران معجزان

اور اگر تو تیسوں مسائل کا جواب
اسے گناہ مال تجھے
دو گنا (اور وہ ایک ہزار دینار ہے)

میں کہتا ہوں

اور چونکہ اعرابی نے جان لیا کہ
وہ جناب بے شک امام برحق
اور حق گو صاحب اعجاز ہیں اسلئے
کہ اسی تقریر میں حضور نے دو
امر معجزہ کو ظاہر فرمایا کہ جن کا
صدور بجز نبی یا وصی نبی کے دوسرے
سے ممکن نہیں پہلے تو اپنے اعرابی
سے یہ نہ پوچھا کہ تجھ پر کس قدر
بار فرض ہے اور دوسرے یہ بھی
آپ کو معلوم ہو گیا کہ اعرابی
پر چند طرح کا فرض ہے
جس کے حصے ہو سکتے ہیں
یعنی قابل تقسیم ہے کچھ ادا
ہو اور کچھ ادا نہ ہو

فلا یبعد ان یکون قد تمیز
عقله واسر تعدت فرائضه
من الهیئہ وعلو شات
الامام وخاف ان سواله
یکون من ادق المسائل
فلا یطیق بجوابه لان الامام
انما سئلہ اختیار الدیۃ وعلیه

فقال الاعرابی امثلك لیسئل
عن مثلی لانک من اهل العلم
والشرف

قلت

اما کونه من اهل العلم فقد
بان عند الاعرابی احادیث
الخدمان وتعیینہ بالخطیۃ
من دون ان لیسئل عنه وکونه
من اهل الشرف تابع لعلمه

کچھ دور پہنچے کہ اعرابی کی عقل
دنک ہو گئی ہو اور اس کے
جوڑ بند میں تھر تھری پڑ گئی ہو
بیت امام اور علو شان سے
حضرت کے اور ڈرا ہو کر آپ کے
سوالات مشکل ترین مسائل
سے ہونگے اسکی طاقت جواب دینے
کی نہو گی اسلئے کہ یہ سوالات بغرض
امتحان دین اور علم اعرابی کے ہونگے
اعرابی نے کہا آپ یا شخص عالم علما دینی اور
بجہ ایسے جاہل سے مسئلہ پوچھے گا۔

مین کہتا ہوں

اہل علم ہونا حضرت کا تو اسی بات اعرابی
پر ظاہر ہو گیا کہ آپ کو مقدار ضمانت
بدون پوچھے سائل سے معلوم
ہو گئی اور جو کچھ آپ کو دینا منظور
ہے وہ بھی معین فرما دیا اور
اہل شرف ہونا تابع اسی علم کے ہے

فقال الحسين بن علي ولكن

سمعت جدي رسول الله صلعم

المعروف بقدر المعرفة

قلت

وقد اثبت الحسين بن علي

استشهادة بقول جده

المعروف بقدر المعرفة

ارت الديون التي يجب

ادائها عليك بعد

عجزك ويجب ادائها

على الامم مختلفة في وجوب

ادائها واستحبابها

لكم تختلف شغل الذمة بها

وايضاً بمختلف كيفية

بذلها واستحقاق المطالبة

امام حسين نے فرمایا یہ بات نہیں

کہ میں تجھ سے اپنی لاعلمی سے پوچھتا

ہوں بلکہ میں نے اپنے نانا رسول اللہ

سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نیکی کرنا کسی

سے بقدر اس کے علم اور معرفت کے چاہیے

میں کہتا ہوں

امام حسین نے اپنے نانا کی حدیث مفردہ

سے اس بات پر استدلال فرمایا ہے کہ

جس قدر قرضہ کے اقسام مجید پر

واجب الاداء ہیں اگرچہ ان کے ادا

کرنے سے عاجز ہے اور امام پر

اوپر کا ادا کرنا واجب یا مستحب ہے

ان کے اقسام مختلف ہیں اور اسطرح

تیسری ذمہ داری بھی مختلف ہے

اور ان کے دینے اور ادا کرنے کے

مختلف طریقہ ہیں ایک طریق ادا کرنے

ادا کرنے کا نہیں ہے جیسا کہ ان

طریق کا بیان مفصل طور سے

کیا ہو مفتی فی محلہ
 فکثیر ما یكون الضمان
 ساقطاً من اداء الدين من
 حیث ان الله دین غیر مشرف
 کلمه و کثیراً ما یكون الذم
 مشغولة باداء اصل الدين و
 یسقط اداء المآء لكونه
 رباً محرمًا لم یستعمل فیہ
 من الحیل الشرعیة التي
 تتخلص من الربا و
 لما كان المرء المؤمن بالله یفتا
 مدارج ایمانه بالله لان الايمان کل
 مشکک لما یبینه الصادق ^ق حدیث
 المرونی کافی و ذلك التفات
 تمایسنه الی علمه بالمعرف

اپنے مقام پر تفصیل سے مذکور ہے
 اسلئے کہ اکثر گاہ ضمان ساقط
 ہوتی ہے کیونکہ اصل قرض وغیرہ
 نامشروع ہوتا ہے اور اکثر واجب
 الاداء اصل قرضہ ہوتا ہے اور
 نفع کا ادا کرنا ضرور نہیں اسلئے
 کہ سود حرام وہ نفع ہوتا ہے
 کہ اوس میں کوئی حیل یعنی طریقہ
 شرعی ایسا نہیں عمل میں آتا جو
 اوس کو جائز اور مباح کر دے۔
 پہر چونکہ مرد سومن کے ایمان کے
 درجے بھی مختلف ہیں اس لئے
 کہ ایمان کئی مشکک ہے چنانچہ صادق
 سے کتاب کافی میں حدیث
 اختلاف مدارج ایمان کی وارد ہے
 اور یہ اختلاف مدارج ایمان
 سومن کا اوس کے علم دین کی

وعمله بالأحكام ولذا أراد
الحسين عليه السلام أن
يختبر هذا الرجل ويسأله
عن مسائل يعلم أن
ديونه صحيحة وأجبا
إدائها كلها أو بعضها
ورتب السؤال على ذلك
الترتيب كما يأتي - قال عالم
العامل بالأحكام لا
يكون مديونا بدين
غير واجب إداؤه بل
يستفرض ما أعيان بشرط
القرض فيكون ديونه
كلها واجبة الإداؤه فيها السر
ولا تبذير ولا في أخذها ولا في

معرفت اور اوس کے احکام شرع
پر عمل کرنے سے معلوم ہوتا ہے
اور اسی وجہ سے حضرت نے ارادہ
فرمایا کہ اعرابی کا امتحان لین چند
سوالات کے پوچھنے سے تاکہ معلوم
ہو جائے کہ اوس کا فرض سب
بطور شرع کے صحیح اور درست ہے
یا کہ بعض تو صحیح واجب الادا ہے
اور بعض نادرست ہے اور اپنے
سوالات کو اسی ترتیب سے حضرت
نے وارد فرمایا جیسا کہ آتا ہے -
عالم اور عامل احکام شرع کا وہ کہی ایسا
قرض نہ لے گا جس کا لینا درست نہ ہو اور اس کا
ادا کرنا واجب نہ ہو بلکہ قرض لینے وقت
شرط قرض کہ جو شرع میں واجب الادا ہے
اوس کا سب قرض صحیح اور واجب الادا ہی
ہوگا نہ اوس میں اسراف بیجا اور
نہ اوس کو لے کر خرچ نہ ہو وہ
کرے گا جو حرام ہے اور نہ

ادا تھا یا ممکن تخصیصہا
 وتقسیمہا اثلاثا وارباعا
 وغیر ذلک۔ ولما کان
 الاستفہام الوارد فی قول
 الاعرابی استفہاما انکاریا
 بمعنی المست من اهل
 العلم والشرف فهو فی
 المعنی سلب فلذا اجاب
 الامام علیہ السلام
 بقوله لم یلی ولم یحب بقوله
 نعم ومراد کلامه انه لیس کما
 قلت ونفی النفی اثبات فالمراد
 انی لا محالة من اهل العلم
 والشرف ولست استلک
 لانی لا اعلم تلک المسائل

ادا کرنا حرام ہے اور اون دیون
 کی تقسیم اور حصہ حصہ کرنا تہائی
 چوتھائی وغیرہ سے ممکن ہے۔
 اور چونکہ استفہام قول اعرابی میں
 میں استفہام انکاری ہے جس کے
 معنی یہ ہیں کہ کیا آپ اہل علم
 اور شرف سے نہیں ہیں پس گو
 کہ لفظ میں اثبات ہے مگر معنی
 میں نفی کے ہے اسی وجہ سے
 حضرت نے جواب میں لفظ
 (نہی) کو فرمایا جو بعد
 نفی کے وارد ہوتی ہے اور
 مراد حضور کی یہ ہے کہ جو تو نے
 کہا وہ بات نہیں ہے اور نفی کی
 نفی سے اثبات ہو جاتا ہے اب
 مطلب یہ ہوا کہ میں ضرور اہل علم
 اور شرف سے ہوں اور تجھ سے
 اس عرض سے نہیں پوچھتا کہ
 میں اون مسائل کو سنا ہوں

مِلْ لَانَ جَدِّهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

اَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ وَهُوَ الصَّدَقَةُ

عَلَى الْمُسْلِمِ اَوِ الْمَجَارَاةَ وَحَسَنَ

التَّلَوُّكَ اَوِ الْاَكْرَامَ

عَلَيْهِ بِقَدْرِ مَعْرِفَتِهِ

فَعَلِمَهُ اَنْكَانَ زَائِدًا

فَزَائِدًا وَاَنْكَانَ نَاقِصًا

فَنَاقِصٌ فَاسْتَرْكَهُ لِيَكُنْ مَسْأَلُ

يُظْهِرُ مِنْ جَوَابِهَا

مَبْلُغٌ عَلَيْكَ وَمَعْرِفَتُكَ

عَمْدُ النَّاسِ وَثَبَّتْ

اَسْتَحْقَاقُكَ عَلَى ظَاهِرِ

الشَّرْعِيَةِ اَيْضًا فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ

سَلْ عَنَّا بِدَالِكَ فَاِنْ اُجِبْتَ

وَالَا تَعْلَمْتَ مِنْكَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللَّهِ

بلکہ اس لئے پوچھا ہوں میرا نام رسول اللہ

نے حکم دیا معروف کرنے کا اور وہ

صدقہ ہے مسلمان پر خواہ جزا دینا

اور حسن سلوک سے پیش آنا خواہ

اوس کی بزرگداشت کرنے پر سبقت

اوس شخص کی معرفت اور علم کے

مساب ہے اگر علم اوس کا زیادہ

ہے پیش آمد بھی زیادہ ترہ اور اگر

علم کم ہے اوس میں بھی کمی کرنی چاہئے

اب میں تجھ سے تین مسئلہ پوچھتا

ہوں اون کے جواب سے تیرے

علم کی مقدار اور تیری معرفت کی حد

سب آدمیوں پر بھی ظاہر ہو جائیگی

اور ظاہر شریعت پر تجھے دینا درست

ہو گا نہ اعرابی نے کہا پوچھئے

جو آپ کے جی میں آئے اگر

تجھ سے جواب ہو سکے گا فہم ورنہ

حضور سے سیادہوں کا اور قوت جواب

مجھ سے ہوں امداد خدا کے نہیں ہے

قلت

وهو جواب حسن وانه رجل
خير بصير هكذا يجب على خيار
الامة ان يتكلموا من اهل العلم
وقد استوفى ذلك الكلام
شروط العلم وادابه كما
لا يخفى فان قوله سل عما
بدالك وانك ان يوم
الحجارة وترك الادب لکنه
لما اتبعه بقوله فان احببت
آخرة فقد علم منه انه لا يدعى
كمال علمه بمحض اول الامر ثم
اتبعه بقوله ولا قوة الا لهذا تمام
النهي كمال الادب مخالطة الامام

مین کہتا ہوں

کیا اچھا جواب اعرابی نے دیا اور اب
معلوم ہو گیا کہ یہ شخص باخبر ہے اور جواب
بہتر ہے اسی طرح نیک اور پسندیدہ
اشخاص امت پر وہ جب ہے کہ اہل علم
اسی طرح پیش آمد کریں۔ اس کلام میں
اعرابی کے علم کے شروط اور آداب سب
پورے موجود ہیں جیسا کہ مخفی نہیں
اس لئے کہ اس کا یہ کہنا کہ جو جی
میں آئے آپ مجھ سے پوچھیں
اگرچہ ربط پر گستاخی تھی مگر جب
اس کے بعد یہ کہنا کہ اگر مجھ سے
جواب درست نہ دیا گیا آپ سے
اوس کو سیکھ لو گا اب معلوم ہوا کہ
یہ شخص اپنے کمال علم کا مدعی نہیں
ہے پھر اس کے بعد اپنی قوت کو
خدا سے طلب کرنا یہ بھی محال ادب
ہے امام سے گفتگو کرنے میں

فَقَالَ الْحَسَنُ إِنِّي أَعْمَلُ أَفْضَلَ

قُلْتُ

هَذَا أَوَّلُ الْمَسَائِلِ وَالظَّاهِرُ

مِنْ قَوْلِهِ أَعْمَلُ مَا يَتَعَلَّقُ

بِالْجَوَارِحِ مِنَ الطَّاعَاتِ

الْبَدَنِيَّةِ الَّتِي هِيَ مِنْ فُرُوعِ

الدِّينِ لَكِنَّ الْأَسْتَغْرَاقَ

الْمُسْتَفَادَ مِنَ اللَّامِ وَ

إِضَافَةَ آيَةِ إِلَى الْأَعْمَالِ

يُقِيدُ الْعَمَلَ بِالنَّامِ الشَّامِلِ

لِلدَّعَائِ كَلِمَاتٍ قَلْبِيَّةٍ كَانَتْ أَوْ

بَدَنِيَّةٍ وَمِنْ الْأَعْمَالِ الْقَلْبِيَّةِ نَفْسُ

الْإِيمَانِ إِضْرَافًا لِأَنَّ الْأَيْمَانَ

عَمَلٌ مِنَ أَعْمَالِ النَّفْسِ وَهُوَ

الْإِذْعَانُ بِاللَّهِ وَالْإِقْدَارُ

امام حسینؑ نے فرمایا کہ سب سے

اعمال سے افضل ہے میں کہتا ہوں

یہ پہلا مسئلہ ہے منہجہ تین مسائل

کے اور ظاہر قول امام سے یہی تھا

کہ عمل سے مراد وہ چیز ہو جو افعال

بدنی و قسم طاعات اور عبادات

کے میں اور ازواج دین کہلاتے

ہیں مگر استغراق اور عموم جو

لام اور اضافت لفظ آئی

سے پیدا ہوا اوس کا تو یہی

فائدہ ہے کہ ہر ایک عمل قلبی

اور بدنی سب میں جو افضل

ہے اوس سے حضرت سوال کرتے

ہیں۔ قلبی اعمال میں ایمان ناما

بھی خدا پر ایک عمل ہے اس لئے کچھ

شک نہیں کہ ایمان عمل نفسانی ہے اور

مراد اس سے خدا کے وجود پر یقین کرنا ہے

اور یہ فعل نفسانی ہے یعنی اقرار

کرنا خدا کے معبود برحق ہونے پر

بالقلب علی کونه المستحق
 بالعبادة دون غیره۔ ثم لما
 كان الحسين قد سأل بالعموم
 وسأل منها الافضل واسم
 التفضيل اذا اشتغل بترك
 الاضافة يدل ايضا على
 العموم فكانه قال أي الأعمال
 من الأعمال لثباته والبدئية
 افضل فضيلة تامة
 لا يدانيه شيء من الأعمال
 في فضيلة بل كل فضيلة
 يتصور ويخطر بالبال
 تكون حاصلة فيه
 - والاعرابي رجل متيقن
 ما هو بالساليب الكلام ويعلم

دل سے اس بات کا کہ وہی خدا
 لائق پرستش کے ہے نہ کوئی
 اور معبود ہے۔ پھر چونکہ امام
 حسین علیہ السلام نے سوال عمومًا
 اعمال سے کیا ہے اور انہیں ہی
 افضل ترین اعمال سے اور اسم
 تفضیل کا جب مضاف الیہ
 معذرت ہو یہ بھی عموم پر دلالت
 کرتا ہے گویا حضرت نے پوچھا
 ہے کہ کونسا عمل نضانی اور بہتری
 ایسا ہے جس کی فضیلت پوری
 ہے اور کوئی عمل اس کا مقابلہ
 فضیلت میں نہیں کر سکتا ہے
 اور جو فضیلت سوچی جائے اور دلیلیں
 کسی کے آئے سب اسی عمل میں موجود ہوں
 - اعرابی بھی چونکہ پورا علم رکھتا
 ہے طرز اے کے کلام سے اور
 خوب جانتا ہے اور پہچانتا ہے

ان غرض الامام اثبات کونہ
مردمًا کونہ عاملاً بالافضل
فالافضل من الاعمال
نقال الاعرابی الامان بالله

قلت

فانتہ وان کان من
الامور القلیبہ وهو من
اقسام العلم والنظر
ولکن قرینة المقام
والاستغراق یقتضی جواباً
ان مراد الامام
انما هو ما اجاب الاعرابی
وبوتیدہ ایضاً ما مرانفاً
ملک المعرف بقدر المعرفة
المفتحة بالایمان فی عرف الشاع

کہ غرض امام علیہ السلام کی ان سوال
اککا مومن اور عامل ہونا ہے
افضل اعمال سے تاکر استغراق
اوس کاستہ غاظر ہوجائے
اعرابی نے جواب دیا کہ ایمان لان
خدا پر یہی افضل اعمال ہے

مین کہتا ہوں

اسلئے کہ ایمان اگرچہ اعمال قلبیہ سے
ہے یعنی از قسم علم اور نظر کے ہے
مگر قرینہ مقام اور عموم سوال مقتضی
اسکاتہ کہ ضرور مراد امام کی وہی ہے
جو اعرابی اپنے جواب میں کہتا ہے اور
اسی کی تائید وہ حدیث نبوی ۴
بھی کرتی ہے جو ابھی گذر چکی کہ معروف
بقدر معرفت کرنا چاہئے اس لئے کہ
معرفت کی تفسیر عرف مشایخ
مین اسی ایمان سے کی گئی ہے

رُكُلُ الْأَعْمَالِ تَابِعَةٌ لَهُ
 فِي كَمَالِهَا وَنَقْصَانِهَا وَلَيْسَ
 فَضِيلَةٌ يَخْلُوعَةٌ إِلَّا بِكَ
 يَا اللَّهُ فَجَوَابُ السَّائِلِ
 مُطَابِقٌ لِسُؤَالِ الْأَمَامِ
 مَا كَمَلَ الْوَجْهُ جَزَاءُ اللَّهِ
 خَيْرُ الْجَزَاءِ - وَيُضَافُ أَنَّ
 الْأَعْمَالَ فِي كَمَالِهَا وَتَحِلُّ
 ذَوَقُهُ وَدَرَايَةُ كَانِ بِحَبِيبِ
 أَقُولُ الْأَقْدَارُ بِالْإِيمَانِ فَإِنَّهُ
 يَنْفَرُ عَلَيْهِ كُلُّ الْأُمُورِ الْمَعْنَى
 وَالْحَبَادِ وَأَوْصِدُوقُ الْقَوْلِ وَ
 تَكْذِيبُهُ وَاسْتِحْقَاقُهُ وَكَارِ
 أَنْ لَقَدْ لَمْ يَلْجَأَنَّ بِاللَّسَانِ إِلَّا
 الْبَدَنِيَّةِ أَيْضًا وَأَفْضَلُ الْأَعْمَالِ

اور ہر ایک عمل بدنی اور قلبی اپنی
 کمال اور نقصان میں تابع اسی
 ایمان کے ہے اور کوئی فضیلت
 ایمان سے غالی نہیں ہے۔ پس
 جواب اعرابی کا سوال امام
 کے ہر طرح سے مطابق ہے خدا
 جیسے جزائے خیر دے۔ پس یہی
 خیال کرو چونکہ اعرابی مرد
 نقیہ اور دانشمند ہے اس پر
 پہلے تو یہی واجب تھا کہ اقرار
 ایمان کا کرے اس لئے کہ اسی
 ایمان پر ہر ایک طاعات اور عبادت
 اور اللہ کے اول کی توفیق اور
 تکریم موقوف ہے اور اس کا
 مستحق حاجت براری کا بھی
 اسی پر موقوف ہے۔ اور یہ کچھ
 شک نہیں کہ زبان سے اقرار ایمان
 کا کرنا یہ بھی اکتفا نہیں ہے بلکہ
 یہ جیسا کہ اعرابی نے کیا

فقولہ الايمان بالله محمداً
 اقله يثبت الاعتقاد المجازم
 بالله كجك التقول
 بذلك القول عمل بدني
 و افضل الاعمال البدنية
 ايضاً اذ لا عمل افضل
 من الاقرار بربوبية
 الله سبحانه فقد ثبت
 و اعرابي بذلك القول
 اذ له موطن بقلب لم يعد
 عمل افضل الاعمال بخلاف
 الاصنام فقد اتى بافضل الاعمال
 البدنية والقلبية - ومن
 ذلك الاقرار باستحقاق الاعرابي

اب اس کا کہنا الايمان بالله
 کا جس طرح اس کے اعتقاد قلبی
 کو ثابت کرنا ہے اسی طرح اس
 لفظ کا اعراب پر لانا عمل بدنی ہے
 اور افضل اعمال بدنیہ بھی ہے
 اس لئے کوئی عمل بدنی اقرار توحید
 خدا سے بہتر نہیں ہے۔ اب
 ثابت کر دیا اعرابی نے اسی
 اپنے کلام سے کہ وہ عربی بھی
 ہے اور ساتھ ہی اس کے
 عامل افضل اعمال بدنیہ کا
 بھی ہو گیا سامنے امام علیہ السلام
 کے اب اعرابی بجا لایا دونوں
 قسم کے عمل یعنی قلبی اور بدنی امام
 کے رد و رد اور اس بجا آ رہی سے
 اس کو اب مستحق بھی ہو گیا

ثَلَاثُ الْمَالِ كَمَا هُوَ مَوْعُودٌ
بِهِ مِنَ الْأَمَامِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
ثُمَّ شَرَعَ الْحُسَيْنَ بِاخْتِبَارِ
كَمَالِ إِيْمَانِهِ فَقَالَ
الْحُسَيْنُ ع صَلَاةُ الْفَجَاءَةِ مِنَ الْمَهْلَكَةِ

قلت

وَالْمُرَادُ مِنَ الْمَهْلَكَةِ عَمُومُ الْهَلَاكِ
سَوَاءً كَانَ فِي الدُّنْيَا أَوِ الْآخِرَةِ
وَدَلٌّ عَلَى الْعُمُومِ لَا مَالَ اسْتَغْرَاقَ
وَمِنْ الْمَهْلَكَةِ الْفَقْرُ نَيْضًا وَقَدْ
ابْتُلِيَ اللَّهُ سَيِّدَنَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ
الْسَّلَامُ بِسَائِلَاتِ اللَّهِ تَعَالَى
إِذْ ابْتُلِيَ عَبْدُهُ الْمَوْعُودُ بِعِدِّ
كَوْنِهِ عَمَلًا بِالْإِيْمَانِ بِالنَّامِ جَلِيلًا

ثَلَاثُ مَالٍ كَمَا بِمَوْجِبِ وَعْدِهِ أَمَامِ
كَسْرِهِ لَنَا چاہئے۔ اب
حضرت نے اس کے ایمان کا مل
کا امتحان وہ سبب مشدد سے لینا
شروع کر دیا اور فرمایا کہ یہ مہلک
سے نجات مومن کی کیونکر ہوتی ہے

میں کہتا ہوں

مہلک سے مراد حضرت کی عام قسم
ہلاکت کی ہے دنیاوی خواہ آخروی
اور اس عموم پر لام استغراق نے
دلالت کی ہے اور منجملہ اہل اقسام کے
فقر بھی ہے اور نہ ہونے اعرابی کا آج
اسی سے امتحان یہ ہے پس گویا
امام علیہ السلام کا یہ مطلب ہے
کہ خدا نے پاک جب اپنے بند
مومن کا امتحان لے لے بعد
اس کے کہ اس کا ایمان کامل
ہو اور اس مومن کو محتاج کر دے

فِي الْخَوَاطِجِ لِمَصَالِحِ عِدِيدَةٍ لَا
 يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ فَكَيْفَ يَصِفُ
 وَمِيسِيءُ نَوْمٍ وَكَيْفَ يَعْلَمُ
 طَرِيقَ النِّجَاةِ مِنْهُ وَمَا يَحِلُّ
 وَمَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ
 وَالْأُولَى أَنْ تَكُونَ الْمَمْلُوكَةُ
 مُعْتَرِفَةً بِإِلَافِ الْعَمْدِ وَالْمَعْمُودِ
 هُوَ الْفَقْرُ لَكِنَّ الْجَوَابَ الَّذِي
 يَأْتِي مِنَ الْعَرَابِيِّ يَدُلُّ عَلَى
عُمُومِ الْهَلَاكِ فَقَالَ الْعَرَابِيُّ
الثَّقَلُ بِاللَّامِ

قلت

يَرِيدُ الْعَرَابِيُّ أَنَّ اللَّهَ سَجَّاهُ
 وَعَدَّ عِبَادَةَ النِّجَاةِ عَلَى الْمَمْلُوكَةِ
 فِي تِلْكَ الْحَالَةِ أَنْ يَتَّقُوا عَلَيْهِ

اوس کے خواجہ طرہ در یہ میں نظر
 چند مصالح کچھ جن کو بجز خدا کے
 اور کوئی بخوبی نہیں جانتا اب وہ
 مومن اپنے مشابہہ روزی اوقات
 میں کیوں خبر بسر کر لگا اور کیا چیز
 اوس پر حلال ہے اور کیا حرام ہے
 وقت میں (جھیک) کتنا بھی اسی
 میں آگیا) اور بہتر تو یہی ہے کہ
 مملوک کے لفظ پر لام عہد فرض
 کریں مگر جواب جو اعرابی دیتا ہے
 اوس سے عموم ثابت ہوتا ہے اعرابی
 نے کہا کہ نجات مملوک سے اسی میں
 ہے کہ خدا پر پورا بھروسہ کرے

میں کہتا ہوں

اعرابی کا ارادہ یہ ہے کہ خدا
 نے اپنے بندوں سے وعدہ
 فرمایا ہے کہ جب وہ کسی مملوک میں
 گرفتار ہوں مجھی پر بھروسہ کریں

وَيَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ حَيْثُ قَالَ
 وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ
 وَقَالَ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا وَلَمْ
 يَقُلْ الْأَعْرَابِيُّ التَّوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
 لِأَنَّ الثَّقَةَ مُقَدِّمَةٌ عَلَى
 التَّوَكَّلِ أَذْ مِنْ لَاقِئَةٍ لَهُ
 لَيْشَى كَيْفَ يَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ
 قَالَ تَعْقِلْ ثُمَّ تَتَوَكَّلْ فَقَدِمَ
 كُونَا عَاقِلَيْنِ عَلَى كُونِنَا
 مَتَوَكِّلَيْنِ وَالثَّقَةُ إِنَّمَا هِيَ
 بَعْدَ التَّعْقِلِ التَّامِ بِكُونِ الْوَثُوقِ
 عَلَيْهِ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَدْفَعَ
 عَنْهُ تِلْكَ الْمَهْلَكَةَ - أَمَّا سَوَالُ
 الْأَعْرَابِيِّ عَنِ الْمَسْأَلِ الَّذِي

اور خدا ہی پر توکل کریں چنانچہ فرمایا ہے
 جو شخص خدا پر توکل کرے پس
 وہی خدا یا وہی توکل پر خدا اسے
 کافی ہے۔ اعرابی نے یہ نہ کہا
 کہ خدا پر توکل کرنا نجات وہی کرتا
 ہے اس لئے کہ وثوق کرنا خدا پر
 توکل کرنے سے پہلے ہوتا ہے۔
 کیونکہ جس کو کسی چیز پر وثوق
 نہیں ہے کیونکہ اس پر توکل
 کرے گا حدیث میں وارد ہے
 پہلے خوب سوچ سمجھ لو اس کے
 بعد توکل کرو پس ہمارا عاقل
 ہونا اور اپنی عقل سے کام لینا
 اس کو توکل پر مقدم فرمایا
 اور وثوق ہم کو بعد ثوب سوچنے
 اور سمجھنے کے ہوتا ہے کہ جس پر
 ہم وثوق کرنے میں قائل ہیں اس پر
 ہے کہ یہ ہم کو ہم سے دفع کر دے۔
 ابنا سوال کرتا اعرابی کا اتمام مال

یودی بہ ضمان الذیہ فلیس
 ینافی کونہ واقفاً باللہ لکن
 اثنا سال عن الامام ع
 والحجة التي امر الله سبحانه
 المسلمين بان يسالوا عنهم
 والحقوا عليهم في مسئلتهم
 فانهم احق واولى بذلك
 وهم خزان عبيد الله
 وحفاظه على الحق ان
 جعلهم الله قضاة
 لحرماننا اذا احتجنا فلا
 منافاة بينه وبين الحق
 يا لله بل هو امر محمود موصوف
 وبالحق هو سوال من الله ع

جس سے اولے ضمان ذیہ کر دے
 یہ سوال سنی نہیں ہے خدا پر
 ذوق کرنے سے اس سے کہ یہ
 سوال تو اعرابی نے امام اور
 حجت خدا کے سامنے پیش کیا ہے
 جن سے مانگنے کا خدا نے مسلمانوں
 کو حکم دیا ہے اور فرمایا ہے
 خوب الحاج اور اصرار سے ان
 حضرات سے مانگو اس لئے کہ وہ
 لائق اور حقدار اسی کے ہیں اور
 وہ حضرات خزینہ اب علم خدا کے ہیں
 اور بحافظہ میں خزینہ اسے الہی کے
 خزانے میں کو ہماری حاجت روائی
 پر مقرر فرمایا ہے جب ہم کو احتیاج
 ہو ہیں اور اس سے طلب حاجت
 کرنے اور خدا پر بھروسہ کرنے
 میں کچھ منافات نہیں ہے اور
 یہ سوال حکم خدا سے جائز ہے
 بلکہ دراصل خدا ہی سے مانگنا ہے

بالسائر التي جعلها الله لنا في
 الدنيا والآخرة والحكمة
 في عرض الحاجات عليهم
 انهم ان كانوا قادرين
 فاجابوا ولا فدعوا الله
 لنا وشكوا فقرنا الى الله
 فاستجبت دعوتهم هذا
 وقد اثبت الاعرابي من
 هذا الجواب انه ايضا
 من الواقفين بالله
 سبحانه لانه لم يعرض
 حاجته ولم يثك فقره
 على غيره والى من امر الله سبحانه
 لعرض الحاجات عليهم سلام الله عليهم و
 استحق بذلك ان يعطى ثلثي المال

بذریعہ اون وسائط کے جس کو خدا
 نے ہمارے واسطے دنیا اور آخرت
 دونوں جگہ ذریعہ شفاعت مقرر
 فرمایا ہے اور حکمت آپہ اس میں
 یہ ہے کہ اگر وہ حضرات بالفعل
 قادر ہماری حاجت روائی پر ہوتے
 فوراً کر دین گے ورنہ خدا سے
 دعا کریں گے اور ہمارے فقر کی
 خدا سے شکایت فرمائیں گے اور دعا
 اپنی ضرورت مستجاب ہے ہذا ہماری
 مراد پوری ہوگی یہ تو ہو چکا۔
 اب یہ بھی دیکھو کہ اعرابی نے اس
 جواب دوم میں یہ بھی ثابت کر دیا
 کہ وہ بھی خدا ہی پر ہروسہ کرنے
 والوں میں سے ہیں کہ اوس نے عرض جت
 اپنی اور شکایت اپنے فقر کی خدا ہی سے
 کی یا اس کے سامنے کی ہے جس سے
 عرض کرنے کی خدا نے اجازت دی ہے
 اب دو ثلث مال کا مستحق ہوا

وقد بقي استحقاقه للمثلث
 الباقي وهو يكون بعد
 استكمال شروط آخر وهي
 التخلق باخلاص حسنة بعد
 الايمان والاسلام التي
 بها يزين المرء المومن
 ويمتاز بها عن سائر
 الخلائق من غير المسلمين
 لانباعه النبي الذي جاء
 اليها ليستتم مكارم الاخلاق
 صلحهم فقال الحسين
 فما يزين الرجل

قلت

والظاهر فهمنا من الدين
 هو زينة الاخلاق والكمال

ان باقی رہا استحقاق باقی اعراف
 مثل باقی پر اور بعد استحقاق
 جب ہو گا کہ اس کا مستحق ہو
 کامل طور سے اور شروط سے
 بھی ہو اور وہ کیا ہے کہ اچھے
 اخلاق سے یہ موصوف ہو
 بعد ایمان اور اسلام کے وہ
 اخلاق کہ زینت مومن کی اوست
 ہوتی ہے اور غیر مسلمین سے مومن
 ممتاز ہو جاتا ہے (جسکو ہم زمانہ
 کے تعلیم یافتہ مسکریہ کہتے ہیں)۔
 کہ مسلمان کو پسندی اور نفی کرنا ہی ہم
 جو ہر پاس مکارم اخلاق سے پورا تمام
 کرنے کی واسطے آتے تھے اب حسین نے
 فرمایا پیر زینت آدمی کون ہے کرتی ہے

میں کہتے ہوں

ظاہر اس جگہ زینت جسکی مراد زینت اخلاق
 اور کمالات علمی اور عملی سے ہے

مع كونه مومنا واثقا بالله
وقد جمع الحسين في تلك
السوالات امور لا يخلو
عنهما بشر الا وهو اما غيب
مومن او غير واثق بالله وهذا
ايضا من كرامات سيد الحسين
التي وجهها الله سبحانه
ايلا اكراما جذا صلعم فقال
الاعراب علم مع حلم

قلت

والله در الحبيب فانه كيف
يتفطن بغوامض الاسرار
التي بودعها الامام في مسأله
ثم كيف يتقن في الحبوا عنها

باوصف مومن ہونے اور اس شخص
اور نیز واثق باللہ ہونے کے
اور جمع کر دیا حسین نے ان سوالات
میں بطور حد عقلی کے ایسے امور
کو کہ جو اون سے خالی ہو گا
یا تو وہ شخص مومن نہیں ہے
اور یا واثق باللہ نہیں ہے۔
اور یہ بھی بعض کرامات امام
سے ہے جس کو خدا نے امام
حسین کو بغرض عزت افزائی
اور بچے جد کے دیا ہے اعرابی نے
کہا زینت دینے والا سرور مومن کا علم ہے
جس کے ساتھ حلم بھی ہو۔

میں کہتا ہوں

خدا کی طرف سے نیکی کہ یہ شخص اعرابی کیا
خوب سمجھ رہا ہے غوامض اسرار امام
کو جو ان سوالات میں تھی پھر کیا
خوب درستی سے جواب دیتا ہے

حتی انہ لا یدع ذکر شی
 من الاشیاء الضروریۃ الّٰہی
 یرید الامام ان یسئل عنہا
 ثم یترتب الجواب عن
 ذکر الافضل فالافضل
 فانظر انہ اختار من
 منینات المرء اولاً
 ما هو افضل تزیناً
 فی الدنیا والآخرۃ وهو العلم
 وقارنہ بالعلم فان
 العلم الذی لم یکن معہ علم
 لیس فیہ زینۃ اصلاً بل هو
 متا یشین الرجل فی الدنیا
 والاخرۃ فلذا قدّم ذکر العلم

تا ایک ہر شخص کوئی بات ایسی
 جواب دہی میں نہیں چھوڑ دیتا جو
 ضروری ہے اور امام کا ارادہ اس سے
 سوال کرنے کا ہے۔ پھر دیکھو کہ
 جواب میں اپنے افضل کی ترتیب
 کیسی اس کو ملحوظ ہے پہلے افضل
 کو ذکر کرتا ہے اور اس کے بعد جو
 کم درجہ فضیلت پر ہے دیکھو اعرابی
 نے م و کی زینت دہی میں پہلے اسی کو
 اختیار کیا جسکی زینت دہی دنیا و آخرت
 میں پوری ہے اور وہ علم ہے اور اس کے
 ساتھ ہی ساتھ علم اور بردباری کو بھی
 مشروط کر دیا اس لئے کہ جس علم کے ساتھ
 علم ہو اس سے ہرگز مردکی زینت نہیں
 بلکہ اسی علم باعث بدنامی آدمی کا
 ہے اور دنیا اور آخرت کی رسوائی
 ایسے علم سے ہوتی ہے اسی نظر
 سے اعرابی نے پہلے علم کو ذکر کیا

وقیله ہ بالعلم۔ ثم لما كان الغرض
المطلوب هو سؤال الزينة
الامة التي بها يتزين الرجل
في الدنيا والآخرة فذا قدم
ذكر العلم على ما يتلوه من
الزينة التي في الدرجة
التكافؤ منها۔ هذا ما نقوله
في شرح قول الاعرابي۔ واما
مناسبة ذلك السؤال و
الجواب لنقص الاعرابي
وحاله فقد قلت فيما سبق
انه اما خضر او هو ملك
مقرب و على حد الاحتمال
فالتسوية والجواب كلاهما
اشيا هي متعمدة لامة شرايع

اور اوس کو علم سے قید لگا کر خاص
کر دیا۔ یہ چونکہ غرض امام کی زینت
عام کے پوچھنے سے تھے جس کی وجہ سے
آدمی کی زینت دارین حاصل ہوتی ہے
لہذا اعرابی نے علم کا پہلے ذکر کیا
اور اس زینت کے جس کا درجہ علم کے
بعد ہے۔ یہ جو کچھ ہم نے کہا
ہے شرح کلام اعرابی کی تھی اب
رہی مناسبت اس سوال دوم اور
جواب اعرابی کا خاص اعرابی کی ذات
سے اور اُس کی حالت موجودہ سے
چونکہ ہم نے اوپر کہہ دیا ہے کہ یہ سائل
یا تو حضرت خضرؑ تھے یا کوئی فرشتہ
مقرب۔ اور اس احتمال پر تو
سوال امامؑ اور جواب اعرابی
دونوں بزرگوں تعلیم اور ہدایت امت
کے، جن کو ان کو احکام معلوم

الامور واحكام الفروع من
 ان الله كيف يجوز القضاء والحكم
 على تلك الصورة اذا حضر
 مسلم وادار الاعانة من
 بيت المال على اداء الحقوق
 الواجبة عليه كما هو ظاهر
 ستره فيه واما النكاح السائل
 هو الاعرائي في نفس الامر
 فمع ان الله تعالى لا يصحاب
 وعوام الشيعة قوثيق للناس
 ونصديق له فيما ادعاه
 وقوله علم مع علم فيه
 ايماء بافته ايضا يتصف
 بما يقولون ولهم من
 الذين يقولون ما لا يصحون

شریعت پوری سکھائے جائیں
 اور فروع دین کے احکام اور یہ بھی
 کہ حکم کرنا کسی دعوے میں مدعی کے
 ایسی صورت میں جب کوئی مسلمان
 حاضر ہو اور بیت المال سے اپنی
 اعانت اور حقوق واجبہ میں چاہے
 اور کوئی گواہ ثبوت پیش نہ کرے
 اس کی حاجت ردائی کیونکر
 کرنی چاہئے اور یہ بات ظاہر
 ہے کوئی پوشیدگی اس میں
 نہیں ہے۔ اور اگر مسائل صحیح
 دہی اعرائی ہے پس یہ سوال
 تعلیم اصحاب اور عوام شیعہ کے
 علاوہ نصدیق سائے کی بھی اُن کے
 دعوے میں کرتا ہے اعرائی نے
 علم کے ساتھ علم کا ذکر جو کیا اس میں
 اشارہ اسکا بھی ہے کہ میں بھی علم
 ہوں اور امین کہیں ہوں کہ جو کچھ زبان
 سے کہتا ہوں اس پر عمل اُنکا نہیں ہے

اتقا علی تقدیر کون التکامل
 ملکا او الخضر فظاہر لائنہ
 مع علیہ و شرفہ لبس
 لباس الذی لا یعلم اعنی
 الاعراخ و قام مقام
 عوام الامۃ امتثالاً
 لامر اللہ و اظہار الکرامۃ
 الامام علیہ السلام
 و بعد ذلک فقد اذاع
 نقرہ توریۃ و مصلحتہ و
 ہدایۃ عبادہ و اظہار الحق
 فی قضایاہم الواردۃ علیہم
 بحکمہ و اقر علی ما یحکم بہ امامہم
 ثم اعترف بعدم علیہ بانہ
 دون منزلیۃ من الامام فقال ان

لیکن اس فرض پر کہ یہ سائل کوئی فرشتہ
 یا کہ خضر علیہ السلام تھے پھر تو ظاہر ہے
 اس لئے کہ باوجود اپنے عالم ہونے
 کے اور باوجود اس شرف کے
 لباس ایسے شخص کا بدلا جو عالم نہیں
 ہوتے یعنی اعرابی لوگوں کا اور کپڑے
 ہوئے ایسے مقام پر جس جگہ جمال
 امت کپڑے ہوتے ہیں محض بغیر
 بجا آوری حکم خدا کے اور تاکہ امام وقت
 کی بزرگی اور کرامت حضار بلکہ تمام
 دنیا پر ظاہر ہو پھر اس حکم کے بعد
 اپنا فقر بھی ظاہر کیا بطور توریہ کے
 اور بغیر مصلحت ہدایت خلق اور امر
 حق ظاہر کرنے کی غرض سے تاکہ جو قصہ
 جھگڑا امت پر وارد ہوا اس میں حکم
 شرعی اسی طرح سے کرین جیسا کہ امام
 آج کر رہے ہیں۔ پھر اسکے بعد اپنی کم علمی
 بھی ظاہر کر کے ثابت کر دیا کہ امام سے کم تر
 ہیں اور صاف کہہ دیا کہ اگر

لرا حبت تعلمت منك الجواب
 ككامل متروا كان السائل
 اعدا يتا فهو يدعى
 علمه مع العلم لانه
 مختار علمه ودينه الامام
 وهو بحسب حافظا
 لشرطة الادب و
 يطأ طأ راسه ولا يتجر
 ولا يتبغض مع كون
 السائل من ادق المعلومات
 وكونها في اعلى
 مدارج الامتحانات
 والله يهدي من يشاء
 الى صراط المستقيم ولما
 اجاب السائل بما يزين الرجل غاية الرتبة

مجھ سے جواب درست نہ ہو گا تو
 آپ سے اور کونسی کچھ لون گا۔
 اور اگر سائل وہی اعرابی ہے تو
 وہ بھی اپنے علم اور علم کا تہمتی ہے
 اس لئے کہ امام علیہ السلام اس کے
 علم کا اور دین کا آج امتحان لینے
 ہیں اور وہ جواب دیتا ہے شرط اذ
 کے ساتھ اور سر نیاز خم کئے ہوئے
 سامنے کھڑا ہے کبیدہ خاطر نہیں
 ہے اور نہ کچھ اس کو متنقص ہے
 طالب کمال سائل دقتی ہیں اور اعلیٰ
 درجے کے امتحانی سوالات
 اس سے امام علیہ السلام کر رہے
 ہیں۔ اور خدا جس کو چاہے راہ راست
 کی ہدایت کر دے۔ پھر جب
 اعرابی نے اس ریت کا ذکر کر دیا
 جس سے آدمی کی اعلیٰ درجہ کی
 ریت دونوں جہان میں ہوتی ہے

فقال الحسين فان اخطأه ذلك

قلت

أخى ان لم يكن الرجل
عالمًا حليماً وله صور
ثلاث إما ان يكون
عالمًا ولا يكون حليماً
أو يكون حليماً ولا يكون
عالمًا أو لا يكون
عالمًا ولا حليماً معاً ففي
تلك الحالات الثلاث ما

ينبئ عن الرجل فقال الأعرابي

سأل معه مرقاة

قلت

وانما يحب تعميم وجوب المال في قوله

امام حسين عليه السلام نے پوچھا ہے
اگر یہ بات اس میں نہ ہو۔

میں کہتا ہوں

مراد حضور کی یہ ہے کہ عالم حلیم
ہو اور اُس کی تین صورتیں ہیں
یا تو عالم ہو اور حلیم نہ ہو یا حلیم
تو ہو مگر عالم نہ ہو یا نہ عالم ہے
اور نہ حلیم بلکہ حامل تنک مزاج ہے
ان تینوں صورتوں میں کس چیز
سے آدمی کی ذہانت ہو سکتی ہے۔
اعرابی نے کہا کہ مال ہو اور اُس کے
ساتھ مروت بھی رکھتا ہو۔

میں کہتا ہوں

اعرابی نے عموماً وجود مال سے
جواب نہ دیا جیسا کہ قرآن مجید
میں خداوند عالم فرماتا ہے۔

المال والبنون زينة الحياة
 الدنیا والباقيات
 الصالحات خیر عند
 ربك ثوابا وخیر
 عقبی لان المراد
 فی الآیة زينة المرء
 لنفسه الخیر المتحدیة
 الی غیره من اهل
 الدنیا والحسین علیہ السلام
 انما یستل عن الزينة ألف
 بهایة من المرء عند الله
 ویوقر عندهم ویعظم خطرا
 ولعلو منزلة ولذا قید
 السائل المال بقوله معروفة

مال اور اولاد سے زینت زندگی
 دنیاوی ہوتی ہے اور جو
 نیکب ان آدمی پس مرگ باقی
 چھوڑ جائے اون کی خوبی خدا
 کے نزدیک بنظر ثواب کے ہے
 اور عقبے میں اون کی خوبی ظاہر
 ہوگی اعرابی نے محض مال کو زینت
 اس لئے قرار دیا کہ آیت مقدسہ
 میں زینت ذاتی آدمی کی مراد ہے
 جس کا اثر خیر کو نہ پہنچے اور امام
 اس جگہ اس زینت سے پوچھتے ہیں
 جسکی وجہ سے آدمی غیر دکنی نگاہ میں
 صاحب توقیر ہو جائے اور مرتب
 کہلائے اور اس کی قدر و منزلت
 بلند ہو۔ اسی وجہ سے اعرابی نے
 مال کے ساتھ مروت کی قید لگا دی

اذ لا يخفى ان لذة العيش
 وزينة الحياة الدنيا
 قد يحصل بمجرد كون
 الرجل ذامال ولا
 يتوقف على كونه
 ذامرودة انا الزينة التي
 مطلوبة ههنا فهو
 مال مع المروءة فان لم يكن
 الغنى الملقى من ارباب المروءة
 فهو عند الناس ذامال ولعن
 واشين من الفقير المحتاج
 لثيم في الدنيا والآخرة قال
 الله سبحانه وانه يغفل ذامنا

اس لئے پرشیدہ ہنر کہ لذت
 زندگی اور زینت حیات و نیوی
 کبھی مجرد مالدار ہونے سے بھی
 حاصل ہوتی ہے اور بامروت
 ہونے پر موقوف ہنر ہے
 لیکن جو زینت اس جگہ مطلوب
 ہے وہ تو مال کے ساتھ مردت
 ہوتے حاصل ہوگی پر اگر
 غنی مالدار ذی مروت نہ ہو
 وہ آدمیوں کے نزدیک ذلیل
 اور رسوا تر اور بدنام تر فقیر محتاج
 سے ہوتا ہے اور شیم بد خو دنیا و آخرت
 میں ہوگا خدا تعالیٰ نے
 فرمادیا ہے جو شخص مال پر کبر
 تجسس کرتا ہے وہ اپنی ہی

يُخْل لِنَفْسِهِ وَقَالَ عَلِي
 عَلَيْهِ السَّلَامُ عَجِبْتُ لِلْبَغِيلِ
 يَعِيشُ عَيْشَ الْفَقْرَاءِ وَ
 يَحْسَبُ حَسَابَ الْأَغْنِيَاءِ
 وَهَذِهِ الزَّيْنَةُ الَّتِي
 ذَكَرَهَا الْمُجِيبُ لَا رَيْبَ
 أَنَّهَا فِي الدَّرَجَةِ
 الثَّالِيَةِ مِنَ زِينَةِ
 الْعِلْمِ مَعَ الْحُكْمِ
 فَإِنَّ الْعِلْمَ كَنْزٌ يَنْفَقُ
 مِنْهُ وَلَا يَنْفَدُ لَا
 فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ
 بَلْ كَلَّمَ زَادَ الْأَنْفَاقِ
 مِنْهُ زَادَ مَقْدَارُهُ زِيَادَةً لَا

ذات پر طرر بمجلس کا پہونچاتا
 ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام
 نے گویا اسی آیت کی تشریح
 فرمائی کہ مجھے تعجب ہے بغیل
 سے کہ اپنی زندگی مثل
 فقہیروں کے تنگی میں بسر کرتا
 ہے اور ہر روز قیامت حساب
 کتاب اوس کا مثل تو انکرویں
 کے ہوگا۔ یہی مراد ہے آیت
 میں کہ اپنے اوپر کمی کرتا ہے اور
 بہر رحمت جس کو خرابی کہہ رہا
 ہے بے شک علم سے دوسرا درجہ
 ہے جو ہمراہ علم کے ہر اسلئے کہ علم ایسا
 خزانہ ہے کہ ریت جاؤ اور کم
 نہیں ہوتا نہ دنیا میں اور نہ آخرت
 میں بلکہ جس قدر زیادہ دو گے
 علم کی مقدار بڑھتی جائیگی ایسی باریقی سے

بامزيد عليه اما اكثر المال
 فهو وان كان ينفق
 في ظاهر الدنيا باليدل
 والعطاء عند عوام الناس
 والمستضعفين في الدين
 لكنه يزاد ايضا في الدنيا
 والآخرة اذ حافظا عفة
 اقلها ما وعد الله سبحانه
 بقوله من جاء بالحسنة
 فله عشر مثالها واكثرها
 ما قال مثل الذين
 ينفقون اموالهم في
 سبيل الله كمثل حبة ابلت
 سبع سنابل كل سنبة مائة حبة

جس پر پر کوئی زیادتی نہ ہو سکے۔
 لیکن مال کا خزانہ وہ اگرچہ
 ظاہری دنیا میں دینے سے عدد
 میں کم ہوتا ہے عوام کے نزدیک
 اور جن کے ایمان میں ضعف ہے
 مگر وہ بھی بڑھتا ہے دنیا میں اور
 آخرت میں یا دو نو جگہ دو چند
 چہار چند کتر اوس کے افزائش
 ہم سے جس کا خدائے تعالیٰ
 نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی
 ایک نیکی لائے گا اوس سے دہ چند
 اجر ملے گا اور زیادہ سے
 زیادہ وہ بھی خدا ایسا لے لے
 فرمایا ہے مثل اذن لوگون کی
 جو راہ خدا میں اپنا مال خرچ
 کرتے ہیں اُس دانہ کے ہے جس نے سات
 خوشہ پیدا کی ہو اور ہر خوشہ میں ستادانہ ہو

والله يعصا عفو لمن يشاء
ولكن تلك الزيادة مع
انها زيادة تامة لا
تداني زيادة العلم فان
من تعلم مسألة من
عالمثة علمها غيره
وهو غيره الى يوم القيمة
فيكون اجره مضاعفاً
باضعاف لا يعلم الا الله
مع عدم النفاذ من
ذلك العالم ايضاً
ولا يذهب عليك ان
الحسين امتحن اعرابي
في كونه ذميرة ايضاً
لان سؤاله اداء ضمان الذية

اور خدا اس سے زيادہ بھی بڑھا دیتا
ہے جس کو چاہے۔ پھر بھی یہ
زیادتی اجر کی اگرچہ پوری زیادتی
ہے مگر علم کے اجر سے مقابل نہیں
کر سکتے اس لئے کہ جس شخص نے
ایک مسئلہ کسی عالم سے سیکھا اور
اوس نے کسی غیر کو بتلایا اور
اوس غیر نے دوسرے کو اور چلا
سلسلہ تعلیم کا قیامت تک اب جس کہ
یہ مسئلہ معلوم ہو گا اجر اوس کا
پہلے عالم کو ضرور ملے گا اب اس
زیادتی کو بجز خدا کے اور کون جان
سکتا ہے اور لطف یہ بھی ہے
کہ بتلانے والے کے علم میں کمی نہ
ہوئی۔ پوشیدہ تم پر نہ رہے کہ
امام علیہ السلام نے اعرابی کا ذمی مروت
ہونے کا بھی امتحان فرمایا اس لئے
ادار ضمان دیت کا سوال کرنا اس کا

بالمعنى الذى ذكرناه

دليل على كمال مرقوة

كانه قال لو كان عند

مال اذيتها مرقوة

ان الله يتنى يا بن رسول

فانا اول ما فعله هو اداء

الديون ويدل على ما قلنا

انه لا يشكو فقره وخصه

فى معاشه بل انما يشكو

اداء ضمان الذية فهو

اذن فقير ذو مرقوة فقير

فان اخطاه ذلك

قلت

وفيه ايضا احتمالات ثلث

اون مضمون سے جن کو ہم نے اوپر لکھا

اس کی کمال مروت پر دلیل ہے

گو یا یہ کہہ رہا ہے کہ اگر میرے

پاس مال ہوتا یا اب ہوگا اونہیں

دیون کو پہلے برائے مروت ادا کرونگا

اور اگر آپ بھی مجھے اسے فرزند

رسول دین گئے پہلے جو کام میں

کروں گا یہی ادا سے قرض کا کام ہے

اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ

اپنے فقر اور تنگ حالی کا ذکر مطلق

نہیں کرتا ہے بلکہ ادا سے قرض کا

شکوہ کرتا ہے لہذا یہ فقیر یا

مروت ضرور ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے

پوچھا یہ اگر مالدار ذی مروت بنو اب کیا ہو جائے

میں کہتا ہوں

یہاں بھی تین احتمالات ہیں

اما ان يكون له مال وله
 يمكن مروة او لا يكون له
 مال وله مروة او لا يكون له
 مال ولا مروة وترتيب
 السؤال والجواب يقتضي
 ان لا يكون له علم مع العلم
 ولا مال مع المروة
 بل يكون فاقدًا
 للثنتين المذكورتين
 سابقا لحسن ما يتفرع عليه
 المحيب في آخر الجواب
 فقال فقر معه
قلت
 لا ان الفقير

یا تو یہ ہے کہ مال ہے مگر مروت
 نہیں یا مروت ہے مگر مال نہیں
 یا ایسے نہ مال اور نہ مروت ہے
 اور ترتیب سوال اور جواب کی اس
 طرح سے ہے کہ نہ تو علم ہمراہ
 علم کے ہو اور نہ مال ہمراہ مروت
 کے ہو بلکہ یہ دو نو قسم کی زینت
 ادس میں نہ ہوں جن کا ذکر اوپر
 گزر چکا ہے تاکہ اب تیسرا جواب
 جو اعرابی دینا ہے دو وزن زینت
 کے نہ ہونے پر درست ہو اور ادسکو
 ہم آئینہ لکھیں گے۔ اعرابی نے کہا
 اگر یہ بھی نہ ہو تو فقیر ہو کر صابر بھی ہو

میں کہتا ہوں

جبکہ دونوں زینت نہ تھیں اب تو فقیری بانی رہا
 چونکہ فقیر کا ہونا فقیر کو ضرور ہی صبر کرنا ہے

الذی لا یصبر لیسئل الناس

الحافا وقد ذمه الله

سبحانه لانه فاقد الحياء

والحياء مع الايمان

فاللوم من الفقير يكون

صابرا لا محالة ولا عرابي

يذعي انه من الفقراء

الصابرين فانّه مع كونه

احوج وافقر لم يسئل

الے يومه هذا احدا

من الاغنياء وان

سئل عن الامام والظهر

فقره فانه انما سئل لاداء

دعواه ولم يشك فقره صلا

اور جو فقیر بے صبر ہے ضرور وہ آدمیوں

سے سوال کرتا ہے اور سوال کرنے

میں اڑتا ہے ایسے فقیر کی خدا

نے مذمت فرمائی ہے اس لئے کہ

ایسا آدمی بے حیا ہوتا ہے اور حیا

ایمان کے ساتھ ہے پس مومن

اگر فقیر ہوگا صابر ضرور ہوگا

اور اعرابی اس کا بھی مدعی ہے کہ

میں فقیر اور صابرین سے ہوں

باد جو دیکھ میں زیادہ محتاج اور

فقر زائد میں مبتلا ہوں آج تک

اس نے کسی مالدار سے سوال نہیں کیا

اور امام علیہ السلام سے اگرچہ سوال

کیا ہے اور اپنا فقر ظاہر کیا ہے

تو بعض ادا سے قرض کا سوال

کرنا ہے اور اپنی فقر معیشت

کا صراحت نام بھی نہیں لیا ہے

فکانتہ اراد من قوله
 فقر مع صبر الخ متصف
 بهما بدلیل ما ذکرنا
 سابقا من انه لیس
 مرید کفر فقره فی الناس
 وهذه السوالات الکانت
 اجوبتها واجبة العمل
 الاعتقاد لاسائر الامم
 لکن اور دھا
 الاما مخصوصه لاختیار
 الاعرابی کے بظہر
 کونہ مومنا مستحقا
 لاجابة سوال المسال

گویا اعرابی نے اپنے قول سے
 ارادہ کیا کہ میں بھی فقیر صابر
 ہوں اور دلیل اس کی وہی ہے جو
 اوپر ہم نے لکھی ہے کہ اعرابی
 نے اور لوگوں سے اپنی حاجت
 کا اظہار نہیں کیا اور نہ اپنے
 فقر کو ظاہر کیا۔ اور یہ سوالات
 اگرچہ سب واجب العمل اور
 واجب الاعتقاد سب امت کے
 واسطے ہیں مگر امام علیہ السلام
 نے بالخصوص بغرض امتحان
 اسی اعرابی کے پوچھا ہے
 تاکہ اس کا مومن اور مستحق
 ہونا اس مال کا ظاہر ہو
 جس کا سوال کرتا ہے۔

ثم لما فرغ المجيب من
بيان المرتبة الثالثة
وهو الفقر مع الصبر و
لم يبق بعده شيء مما
يزين الرجل بعد فقد
الأمور الثلاثة فقال
الحسين عليه السلام
فإن أخطأه ذلك -

قلت

يعني أن الرجل إذا لم
يكن عالمًا حليماً ولا عتيماً
ذا مروة ولا فقيراً صابراً
فكيف يعيش في الدنيا و
ما يلبس وما هو حتره بذلك

پھر جب اعرابی فارغ ہو چکا تھیکے
زینت دہندہ امر سے۔ یعنی
فقر مع الصبر سے اور اب
اس کے بعد کوئی صفت ایسی
باقی نہ رہی کہ آدمی کی زینت اس سے
ہو سکتی بعد منفقود ہونے تینوں
زینت دہندہ امور کے اب
جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا
کہ اگر یہ بھی صفت آدمی میں نہ ہو

میں کہتا ہوں

مراد حضرت کی یہ تھی کہ نہ تو
آدمی عالم حلیم ہو اور نہ مالدار
نوریزت ہو اور نہ فقیر صابر ہو اب
کیونکر زندگی بسر کرے دنیا میں اور
کس بات کے لائق ہے اور کیا چیز
اُس کے سزاوار ہے کہ وہ کر سکے

فَقَالَ لَأَعْرَابِي فَصَاعِقًا

تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ فَتَحْرِقُهُ
فَأَنَّهُ أَهْلُ ذَلِكَ فَضَحِكَ

قُلْتُ

بِعْنَى الْفَقِيرِ الْغَيْرِ الصَّابِرِ

لَمَّا كَانَ فَاقِدًا لِكُلِّ مَا يَزِينُ

الرَّجُلَ مِنَ الزِّيِّنَاتِ الثَّلَاثَةِ

فَهُوَ خَامِسُهُ وَالْخَيْرُ الْمُبِينُ

وَذُلِيلُ غَايَةِ الذَّلَّ عِنْدَ اللَّهِ

سَبْعًا وَعِنْدَ النَّاسِ فُحْرِي

بِهِ أَنْ تَنْزِلَ صَاعِقُهُ مِنَ السَّمَاءِ

فَتَحْرِقُهُ لَا تَمُوتُ أُولَى مِنْ حَيَاتِهِ

وَهُوَ مُشْتَلًى بِالْفَقْرِ الْمَلِكِ نَفُودٌ

اعرابی نے کہا اب ایک بکلی آسمان
سے گرے اور اس کو جلادے
اس لئے کہ وہ شخص اسی کے
دین سے پس جناب امام حسین
علیہ السلام ہنستے لگے رسمی و الفاظ

مِنْ كِبَرٍ هُونٍ

مراد اعرابی کی پیدہ غنی کہ جب

آدی ہر ایک زینت دہندہ

اد صاف سے خالی ہو وہ تو

انتہا درجہ کا زیان کار اور

نہایت درجہ کا ذلیل اور خوار ہے خدا

کے نزدیک بھی اور آدمیوں کے نزدیک اب

ہاں اس کے یہی بات ہے کہ بکلی پر گرنے سے

جل میں کر مر جائے اس لئے کہ اسکی موت الہی

خواب زندگی سے بہتر ہے اور وہ کسی فقر میں

مگر غنا رہی جو منہ کو جل آئی کو کرتا ہی نہ بچا

واما قلنا ان الفقير الغني
 المتأخر فاقد للمرتبات الثلاث
 كلها لان الفقر مع عدم الصبر
 لا يجتمع مع العلم مع العلم
 فان العالم الحليم ليس من
 شأنه ان يجرعه ولا يصبر على
 فقره ولا افهواخرى من
 الجاهل واما عدم اجتماع
 المال مع الفقر فظاهر لما بينهما
 من التباين وكذا عدم
 الصبر يستلزم عدم المروءة لان
 المروءة نوع من الصبر وعدم العلم
 يستلزم عدم الخاص مطلقا

یہ جو ہم نے کہا کہ فقیر غریب و نادان
 قسم کی زینت سے خالی ہے
 اس کی وجہ یہ ہے کہ فقیر عمار
 بے صبر کی عالم حکیم و نہین ہوتا اس لئے
 کہ عالم با علم اس کی شان سے یہ
 بات نہیں کہ بحالت فقیر روتا پھرے
 اور اپنے فقر پر صبر نہ کرے ورنہ
 وہ عالم تو جاہل سے بھی بدتر ہے
 اب رہا فقیر کا مالدار ہونا اس میں
 تباہی ہے اسی طرح بے صبری
 بے مروتی کو بھی لازم ہے کیونکہ
 مروت صبر کی ایک قسم ہے
 اور جب صبر نہ ہوگا مروت
 بھی نہ ہوگی اس لئے کہ سلب عام
 مستلزم سلب خاص مطلق کو ہے

فقد ثبت ان الفقير الغني

الصابر اخري واذل و

اشين من الناس كلم فهو اخر

بان تحرقه صاعقة السماء

كما قال الاعرابي

صدق في قوله جزاء

الله الجزاء الاو في و

جعل عاقبته خيرا

من الاولے۔ واما

ضحك الحسين عليه السلام

بعد قوله هذا دليل

على ان الاعرابي قد

فهم حق الفهم ان

اب ثابت ہو گیا کہ جو فقیر

صابر نہ ہو سب سے زیادہ

زبون حال اور سب سے زیادہ

ذلیل اور رسوا تر سب آدمیوں سے

ہے نہ لائق اسی کے ہے کہ بھلی

آسمان سے اوس پر گرے اور

اوس کو جلا کر خاک کر دے جیسا

کہ اعرابی نے کہہ ہے خدا اس کو

جزاے خیر دے اور اوس کا

انجام آغاز سے بہتر کرے۔ اب

امام حسین علیہ السلام کا ہنسنا بعد اعرابی

کے اس کہنے کے پہ پوری دلیل ہے کہ

اعرابی نے بخوبی سمجھ لیا اور سوالات

کی نہ کو خوب ہی پہنچا گیا

اور یقین اوس سے ہو گیا کہ

الامام وان لم يكلفه باليمين
 الشرعية على كونه عاجزاً
 ولكنّه يفتقر في كونه
 صادقاً بنوع آخر من الاختصاص
 فان اليمين الشرعية وان كان
 له صيغة معينة ولكن
 للامام او من نصبه
 في اخذ اليمين سعة
 واسعة اذ الم يتعلق
 قضاء حاجة احد يتوقف
 اثباتها عن بيت المال
 بل عن ماله الخاص
 ولعل من بعض نظائره
 ما يروى عن الرضا ع

گرچہ امام عدنے اوس کو تکلیف
 قسم شرعی ادا کرنے کی
 نہیں دی کہ اپنے عجز کو حلف
 سے بیان کرے مگر دوسری
 قسم سے امتداد اوس کا لینا
 حضرت کو مرکوز ہے اس لئے
 کہ قسم شرعی اگرچہ اس کا
 صیغہ خاص مقرر ہے مگر امام
 اور نائب خاص امام کو پوری
 گنجائش ہے جب کسی کی حاجت
 روائی بیت المال سے متعلق
 نہ ہو بلکہ اپنے ذاتی مال سے
 کسی سائل کو دینا چاہے تو وہ
 درحقیقت سے بھی امتحان
 کر لے اور شاید جو قصہ جناب
 امام رضا ع کا منقول ہے وہ بھی
 اسی کی نصیر ہو سکتا ہے
 نہ قابل شننے کے ہے

وَمُخْتَصِرُهَا أَنَّهُ أَمْرٌ لَا

أَقْعَتَ عَلَيْهِ صَلَوةُ اللَّهِ

عَلَيْهِ (لَعُوذٌ بِاللَّهِ مِنْهُ)

بِالزَّنا لَا غَوَاءَ لِبَعْضِ النَّاصِبِينَ

بِمَحْضَرِ بَعْضِ الْقَضَاةِ الْجَائِرِينَ

وَأَذَاتِ الْمَلَاةِ بَعْدَ النُّكُولِ

الْيَمِينِ أَشْرَعِي فَلَمْ يَرْضَ

بِهِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَالَ أَرِيدُ أَنْ تَوَدِّيَ الْيَمِينِ

عَلَيَّ أَقُولُ حَرْفًا بِحَرْفٍ

فَتَمَّ عِندَ الرِّضَاءِ مِنْ صَفَاتِ

اللَّهِ سُبْحَانَهُ بَأَنَّهُ قَهَّارٌ

مِيرُ الظَّالِمِينَ وَكَذَلِكَ

فَلَمَّا رَأَى أَنَّ قَصْدَ كَا بِلَا هِيَ كَر

اَيْك عَوْرَتِ نِي مَعَاذَ اللّٰهِ حَبَاب

پَر دَعْوے زَنَّا کا باغِوا سے بعض

دشمنان پیش قاضی جور کے پیش

کیا اور بعد انکار کے جب

بقاعص نکول حضرت نے اُسی

عورت سے قسم شرعی کھانے

پر حصر کیا اُس نے قسم بھی کھاٹی

حضرت نے فرمایا یوں نہیں بلکہ

جس طرح سے میں کہوں حرف

بحرف ویسی قسم تو ادا کرے۔

اس کے بعد حضرت نے خدا کی

صفات ادا نہ مائی کر وہ

خدا جو تبار ہے جبار ہے اور

ظالمون کو ہلک کرنا ہے

جھوٹھی قسم کھانے والوں

کو پیسہ دینا ہے وغیرہ وغیرہ

حتی ارتعدت فرائض الحضا
 وذابت القلوب من
 خشية الله ثم قال الرضا
 احللني بالله الذي هذه
 الصفات له فانكرت
 وقالت لا احلف بالله
 الذي هذا شأنه و
 اني كاذبة فيما ادعيت
 انما دعاني على ذلك
 الكذب والافتراء
 فلان بن فلان
 كما هو ما تور في معجزات
 الرضا والغرض من
 ذكره ان الاعرابي ايضا كان

تا ایک حضار مجلس کے جوڑ بند
 بنے لگے اور دل سب کے
 گھٹل گئے خوف خدا سے تب
 امام رضا نے فرمایا اب تو
 ایسے خدا کی قسم کھالے جس کے
 یہ صفات ہیں عورت کہنے لگی
 ایسے خدا کی تو میں جھوٹھی قسم
 نہ کھاؤں گی اور میں اپنے دعوے
 میں جھوٹھی ہوں مجھے اس
 افترا کرنے پر فلان بن فلان شخص
 نے آمادہ کیا ہے۔ یہ قصہ
 معجزات جناب امام رضا میں مذکور
 اور ہماری غرض اس کے لکھنے سے
 یہ ہے کہ اعرابی نے بھی اگرچہ
 قسم شرعی نہیں کھائی مگر شاید

حلف علیٰ حکوٰۃ صادق
 بانہ انکار کا ذبانی دعوہ
 وعجزہ عن اداء الضمان
 فخری بہ ان تحرقہ علقہ
 التیماء ای یحذ بہ اللہ
 بعد اب نزول الصاعقہ
 وایضاً ثبت من قولہ
 انہ لایرضی بحیوتہ
 انصکان فقیرا غیر صابر
 دلذا ضحک الحسینؑ
ورمی بصرۃ الیہ فیہا
الف دینار واعطاه ثمنہ
وفیہ فصر قیمتہ مائتا
درہم وقال یا اعرابی

اپنے سچے ہونے پر یوں قسم
 کھائی کہ اگر وہ اپنے دعوے
 فقر اور عاجز ہونے سے ادار
 ضمان میں کاذب ہو سنا وار
 اوس کے یہی ہے کہ بھلی اوس سے
 جلادے یعنی خدا کا عذاب اوس پر
 بھلی گرانے کا نازل ہو اور
 یہ بھی ثابت ہوا اس کہنے
 سے کہ یہ فقیر غیر صابر ہو کر
 اپنا جینا پسند نہیں کرتا ہر
 اسی وجہ سے جناب امام حسین
 علیہ السلام ہنس پڑے اور
 ایک تھیلی جس میں ہزار دینار سرخ
 بھرے تھے اوس کی طرف پھینک
 دی اور ایک انگوٹھی جس پر
 دو سو درہم کا قیمتی نگینہ جڑا
 ہوا تھا اوس سے عطا فرمائی اُس کے
 بعد اپنے فرمایا اے اعرابی

اعط الذّهب اتی الذّنا نیر
الّتی فی العتہ الی غرماک

قلت

وہم غیر المضمون لہم بالذّیۃ
وظاہر لفظۃ الغرماء ان
الاعرابی کان مدیوناً
للغرماء ایضاً مع کونہ ضامناً
لاداء الذّیۃ واکتفی
بذکر اداء الضّمان او
اراد من لفظ الذّیۃ ما شرفاً
سابقاً وقد علم ذلک
الامام اما بالقرائن الحالیہ
او بعلمہ الخاصّ هذا اقوی

یہ سونا یعنی دینار جو تحصیل
میں ہیں اپنے قرضخواہوں کو دینا

میں کہتا ہوں

یہ قرضخواہ لوگ جن کو حضرت
نے دینے کو فرمایا ہے علاوہ
اوس کے ہیں جن کا اعرابی
ضامن دیت ہے اور ظاہر لفظ
قرضخواہوں سے یہی ہوتا ہے
کہ یہ شخص مقروض بھی اور
ضامن دیت بھی تھا مگر فقط
ادائے ضمان کا سوال کیا
تاکہ لفظ دیت سے وہی مراد
لے جس کو ہم اوپر لکھ چکے
اور امام نے قرائن حالیہ سے
اوس کو سمجھ لیا خواہ اپنے
علم امامت سے اور یہی احتمال
میرے نزدیک زیادہ قوی ہے

عنا لان تقسيم المال
 الذي وعد اداؤه في ابتداء
 الخطاب اول دليل على
 ذلك - وايضا قوله
 اعد الذهب الى غرمائك
 فنحن صريح على ان الديون
 لا تزيد عليه ولا تنقص منه
 والا فلا بد كان يقول الاعراب
 انها تنقص او تزيد
 واصرف الخاتم في
 نفقتك وان لم تسئل
 عنها فاخذ الاعرابي وقال
 الله اعلم حيث يجعل رسالته
 وهذا الذي قاله الرجل من

اس لئے کہ تقسیم کر دینا اس
 مال کا جس کے ادا کرنے کا حصول
 نے ابتداء سے خطاب سے وعدہ
 فرمایا ہے بڑی دلیل ہے کہ
 علم امامت سے اپنے جانتا تھا۔
 ایضاً آپکا ارشاد کہ دینا اپنے
 فرض خواہوں کو دینا یہ بھی نص
 صریح ہے کہ جس قدر قرض اسکے
 ذمہ ہے ہزار سے کم یا زیادہ نہیں
 ہے ورنہ اعرابی ضرور کہتا کہ یہ مقدار
 کم یا بیش ہے اور انگوٹھی کی قیمت
 اپنے نفقہ میں خرچ کر اگرچہ تو نے
 اسکا سوال نہیں کیا ہے اعرابی نے
 یا اور کہنے لگا خدا ہی کو
 علم ہے کہ منصب رسالت
 کس گھر میں زیبا ہے اور
 یہ کلام جو اعرابی نے کہا

من کلام خاص بمکرم الخضر
 کما يحضر عند الامم عليهم السلام
 حين ذهابه عن ذلك
 المجلس والله يعلم

الکتاب خاتمة بقو غلام حسنین

قد تم بحمد الله ما اردت
 في شرح الحديث راجيا
 ان يقضى سيدنا الحسين
 حاجتي التي هو يعلمها
 فسئل
 الله سبحانه لانه حررتي
 بالشفاعة وان الله ولي
 الاموال لي سواءه واخر
 دعونا ان الحمد لله
 رب العالمين والصلوة والسلام على

یہ کلام خاص حضرت خضر کا
 ہے جب آپ تشریف لائے ہیں
 کسی امام کی خدمت میں چلتے
 وقت یہی ارشاد فرمایا ہے

خاتمة غلام حسنین کنتاری کہتا ہے

شرح حدیث الحمد لله تمام ہو گئی
 اور میں ہمیشہ وارہوں امام حسین
 سے کہ میری جو خاص حاجت ہے
 جس کو حضور جانتے ہیں او سے
 بھی مثل حاجت اعرابی کے
 بر لائیں پس خدا سے میری سفارش
 فرمائیں اس لئے کہ حضور
 لائق شفاعت کرنے کے ہیں
 اور خدا بھی مالک ہے میرا
 سوائے اس کے مرنے نہیں
 اور ختم رسالہ دعا پر اور
 درود نبی اور آل نبی پر ہو۔